

جلد 22 شماره 3 ماه مارچ 2020ء رجب المرجب 1441ھ



ماہنامہ فلاح آدمیت

سلسلہ عالیہ توحید یہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

◆ سلسلہ عالیہ توحید یہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔

◆ کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔

◆ حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔

◆ موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد و اذکار کی تلقین۔

◆ غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔

◆ فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔

◆ اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری
بانی سلسلہ

گوجرانوالہ

ماہنامہ

فلاح آدمیت



عالمی محبت اور

گوجرانوالہ

محمد صدیق ڈار

بانی مجلہ فلاح آدمیت

بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کے لیے

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
0344-9000042 شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مجلس اعلانات

خالد مسعود، وحید احمد
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوئی
ماجد محمود توحیدی

احمد رضا خان
0321-6400942

خالد محمود بخاری
0300-7374750

سید رحمت اللہ شاہ
0333-4552212

مدیر

معاون مدیر

نائب مدیر

ترسیل: فقہ محمود، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز محلہ منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

سالانہ فنڈ - 300 روپے



قیمت شمارہ - 30 روپے

اس شمارے میں

صفحہ نمبر	مصنف	مضمون
2	علامہ اقبالؒ	کلام اقبال
3	ادارہ	دل کی بات
6	باجد محمود وحیدی	شیخ سلسلہ کا نوشہراں درکشاں کا دورہ
8	حضرت خواجہ عبدالکلیم انصاریؒ	ذکر الہی
12	سید رحمت اللہ شاہ	نقوش مہر دوقا
17	پیر خان نو حیدی	نظام عالم و جوہاری تعالیٰ
23	طارق محمود	حاجی روویہ کعبہ
29	ابوبکر غزنوی	ذکر کی اہمیت
36	عبدالرشید ساہی	آنسو، چھپوٹی
38	سید علی بخاریؒ	مجاہدہ نفس
42	حکیم محمد سعیدؒ	سنت نبوی ﷺ
46	طالب الہاشمی	شجاعت
50	علامہ عالم فخری	توبہ کھانستے کی رکاوٹ
56	مولانا محمد اسجد قاسمی	سب سے بیش قیمت سرمایہ صالح افراد
59	حامد کمال الدین	تغیر اساس

کلامِ اقبالؒ (از بانگِ درا)

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، نہاں تو ہے
یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے

ہرے ہے چرخِ نیلی قام سے منزلِ مسلمان کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے

مکانِ فانی، کہیں آنی، ازل تیرا، بد تیرا
خدا کا ۴۲ پیغام ہے تو، جاوواں تو ہے

حتا بندِ عرویں، لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تیری نسبت برا بھی ہے، معمارِ جہاں تو ہے

جیریِ فطرت میں ہے ممکناتِ زندگی کی
جہاں کے جوہرِ مضمحل کا گویا امتحان تو ہے

جہانِ آب و گل سے عالمِ جاوید کی خاطر
نبوتِ ساتھ جس کو لے گئی وہ ارمغان تو ہے

یہ کھتہ سرگزشتِ ملتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوامِ زمین، البتہ، کا پاساں تو ہے

سبقِ پھر پندِ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کامِ دنیا کی امانت کا

دل کی بات

ناطق کائنات نے اپنا دین (نظام حیات) جو حضرت آدمؑ سے شروع کیا تھا مئی ۲۷
ایڑاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اس کی تکمیل فرمادی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ قہ پ کی آیت نمبر ۳۳
میں ارشاد فرماتے ہیں۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الْكُفْرِ كُلِّهِ وَلَوْ
كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ : ”وہو (اللہ) ہے جس نے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے
پورے دین پر غالب کر دے اور اگر چہ یہ بات مشرکوں کو بری ہی لگے۔“

دین اسلام مکمل مضابطہ حیات ہے جو انسان کو عبادات، معاملات، سیاسیات، معاشرت
، معاش کو یا ہر گوشہ زندگی کے بارے میں مکمل رہنمائی دیتا ہے۔ عبادات میں ارکان اسلام کو
بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے بعد معاملات ہیں جن کی درستی کے بغیر عمارت عبادت مکمل
نہیں ہوتی۔ وسیع قیاس میں دیکھیں تو دین اسلام ایسے معاشرے کا قیام کا تقاضا کرتا ہے جس میں
مکمل طور پر حکمرانی اللہ کی ہو۔ جب تک ایک ایک فرد سے لے کر پورے معاشرے کے کئی نظام
پر اللہ کی حاکمیت نہیں ہوگی اللہ کے دین کی ترویج کی جھکیا نہیں ہو سکتی۔

دین اسلام صرف یہی نہیں چاہتا کہ اس کے پیرو کار صرف نماز، روزہ اور دوسرے
ارکان اسلام کی ادائیگی کو ہی کل دین سمجھ لیں۔ اور معاشرے میں دین اسلام کو بحیثیت نظام رائج
کرتے کے حوالے سے غفلت کا شکار ہیں۔

الْمَلِكُ اللَّهُ الْحَكِيمُ لِلَّهِ

اصل میں اسلامی عبادات اعلیٰ مقاصد اور معاشرے کو حقیقی اسلامی رنگ میں رنگنے کا

ذرا بچہ ہیں۔ مثلاً نماز بے غصہ پڑھنی مقصد نہیں بلکہ نماز کے ذریعے فحاشی اور منکرات کا خاتمہ ہے اسی طرح روزہ میں بھوک پیاس کی پریکٹس نہیں بلکہ تقویٰ کا حصول ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ معاشرے میں امیر و غریب کی تفریق ختم کرنے اور باہمی بھائی چارے کی نضاء پر وہ ان چٹھانے کے لیے ہے۔ اور حج اسلامی معاشرے میں ہر قسم کی تفریق، ملکی، لسانی ختم کر دیتا ہے۔ مسلم معاشرے میں حاکمیت اللہ کی ہوتی ہے، قانون اللہ کا ہوتا ہے، مرضی اللہ کی ہوتی ہے اور اگر یہ سب کچھ نہیں ہے اور عوام اسلامی معاشرے کے شرائط سے محروم ہیں تو مسجدیں چاہے نمازیوں سے بھری ہوں، ہر سال چاہے لوگوں کی کثیر تعداد حج دھرمہ کے لیے جاتے ہوں، بے کار ہے۔

حقیقی اسلامی معاشرے میں پہلی نمایاں خصوصیت انصاف کی فراہمی ہے بلا تفریق امیر و غریب ہر ایک کو انصاف آسانی سے ملے۔

معاشرے کے تمام افراد کو ان کی ضروریات ان کے دروازے تک پہنچا دینا ہوں اور کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا محتاج نہ رہے۔ یہ اسلامی معاشرے کا حسن ہے۔

کس چا شد و در جہاں محتاج کس

نکتہ شرع نہیں اسے اسف و بس

آج اگر ہم واقعی دین اسلام کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے معاشرے میں اسلام کو بحیثیت ایک نظام رائج کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہمارا مالک کی چاہتا ہے۔

(ادارہ)

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ محترم جناب محمد یعقوب خان توحیدی کا نوشہ دور کاں کے دورہ کے موقع پر توحیدی بھائیوں سے گفتگو

فلاح آمدیت کے قارئین کا استفادہ کیلئے:

(ماجدد محمود توحیدی)

اگر آج سے پہلے کسی کام میں کوئی سستی کی ہے تو اب اس سستی کو چھوڑیں اور اچھائی کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔ یقین جائے اگر کسی نے آپ کو گالی دی تو آپ کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اپنی سلسلہ نے ایک بار فرمایا تھا کہ میرے پاس فقیر بننے کا ایک فارمولا ہے کہ گالیاں کھاؤ اور دعائیں دو۔ جو جتنا جلدی اس فارمولا پر عمل کر لے گا اتنی جلدی فقیر بن جائے گا۔ یہ تو اپنی اپنی طلب اور خواہش کا تقاضا ہے کہ اس میں کتنی طلب اور خواہش ہے۔ جو جتنا اللہ کے راستے کا سچا طالب ہو گا وہ ضرور ان باتوں کو مد نظر رکھے گا اور وہ فقیری لائن پر چلتے ہوئے لوگوں کی سچی جھوٹی باتوں کو سن کر صبر بھی کرے گا اور اللہ کے راستہ پر ہمہ وقت چلتا بھی رہے گا۔

جب کوئی آپ کو گالیاں دے اور آپ سن کر چپ رہیں تو زیادہ سے زیادہ کوئی یہی کہے گا کہ آپ بے غیرت ہیں۔ لیکن کسی کے کہنے سے آپ بے غیرت تو نہیں ہو جائیں گے، تم جو ہو وہی ہو۔ ایسے میں تو قتل ہو جاتے ہیں اور وہ ایک اور گناہ اپنے ذمے لے لیتے ہیں ان گناہوں سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ برداشت کرنا سیکھیں۔ برداشت کرنا بہت بڑی بات ہے لیکن یہ ناممکن نہیں ہے اگر کرنا چاہیں تو ہر آدمی کر سکتا ہے لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ کوئی مجھے دو چار گالیاں دے اور ساتھ لے لوگ مجھے ہی برا کہیں بلکہ وہ گالیاں دینے والوں کو ہی برا کہیں گے۔

لیکن پھر بھی ہمیں آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا چاہیے اور قہر و داشت کو بڑھانے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ یہی ہماری تعلیم ہے۔ آج کل کا معاشرہ اتنا سمجھدار ہو گیا ہے کہ وہ اچھے برے کی تمیز کر سکتا ہے وہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ کون اچھا ہے اور کون برا۔

اعلیٰ اخلاق پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تمام مخلوق خدا کے ساتھ عالمگیر محبت کی جائے۔ اگر کوئی آدمی واقعی ولی اللہ بننا چاہتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام مخلوق خدا سے ولی محبت کرے۔ لیکن ایک بات خوب یاد رکھیں کہ محبت کرتے ہوئے صداقت کا دامن کبھی بھی ہاتھ سے نہ چھوڑیں ورنہ سب کچھ برباد ہو جائے گا۔ محبت اور صداقت ہمارے سلسلے کا مونوگرام ہیں۔ اس لیے جہاں محبت اور صداقت کا مقابلہ آن پڑے وہاں محبت کو صداقت پر قربان کر دیں۔

مخلوق خدا سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ تم کسی کو تحقیر مت جانو اور نہ کسی سے نفرت کرو۔ اگر کوئی آدمی آپ کے پاس آتا ہے اور تمہارے خیال میں وہ بہت برا اور گناہ گار ہے پھر بھی تمہیں اس سے محبت سے خوش آنا چاہیے اور کوشش کرنی چاہیے کہ وہ راہ راست پر آجائے۔ یقین جانیں اگر وہ راہ راست پر آجائے تو پھر آپ کو بھی نجات کا پیرا مل جائے گا۔

اپنے دل کو ہمیشہ لوگوں کی طرف سے صاف رکھنا چاہیے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے کانوں تک کسی صحابی کا عیب مت پہنچاؤ، میں چاہتا ہوں کہ جب میں اس دنیا سے جاؤں تو میرا سینہ تمہاری طرف سے بالکل صاف ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کسی کا عیب نہ ناپسند نہیں فرماتے تھے۔ ہم کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے جب کوئی تم سے کسی کا عیب بیان کرنے لگے تو سننے سے صاف انکار کرو۔ ایک اور موقع پر سرکارِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے سامنے دنیا بھر کی نعمتیں رکھ دی جائیں تو بھی میں کسی کا عیب بیان نہ کروں گا۔ یہ اخلاق محمدی ہے اور ہم سب کو بھی اسی طرح کے اخلاق کا عملی مظاہرہ کرنا چاہیے۔ فخر اور بزرگی حاصل کرنا کوئی بچوں کا خیل تو نہیں ہے، یہ بہت مشکل کام ہے لیکن کرنے سے سب کچھ ہو سکتا ہے

دیکھیں یہ کون نے ہمارے اب بھی رہ رہے ہیں! واللہ کے فضل سے رتے رہیں گے۔
 نبی کریم ﷺ کا حضور و مرکز

اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ آپ نے ہماری زندگی کس طرح کے اخلاق کا مظاہرہ کیا آپ ﷺ سے طاقت ہوس کے ہاں جو بھی نہ ہماری زندگی سے بددلیا ورنہ ہی بددلیا کی بلکہ سب کے لیے دعا کے لیے ہی کی۔ آپ دیکھیں کہ رسول کریم ﷺ میں کس قدر قوتِ برداشت تھی اور آپ ﷺ سے اپنی حیات طیبہ میں کس قسم کے اخلاق کا عمومی مظاہرہ کیا۔ اگر رسول خدا ﷺ میں ہمارا بھی غصہ ہوتا یا آپ ﷺ کو کسی سے نفرت ہوتی تو آپ ﷺ کبھی بھی غصے نہیں مفرماتے بلکہ بددعا دیتے اور گفتارِ چارہ پہاڑ ہو جاتے لیکن آپ ﷺ چوں کہ حضور و مرکز کا پیرو تھے ہر نبی و رسول سے اللہ تعالیٰ کے حضور رمہ ﷺ کو رحمت انعمیں کے لقب سے نوازا ہے۔ یہاں ایک بات اور بھی قابل ذکر ہے کہ حضور اور رمہ ﷺ نے نہ تو کبھی گالی کے بدلے گالی دی اور نہ چتر کے بدلے کبھی چتر، ایک دوسرے دشمنوں کے خلاف کبھی دل میں بھی خیال نہ آنے والا۔ ورنہ اگر حضور ﷺ کی کاؤرہ بھی ہر چاہتے تو ٹھیک تھا نہ شخص یا قبیلہ یا قوم یا مذہب یا نسل۔ آج کے دور میں حضور ﷺ سے غلام جو تعمیر کھڑے ہیں اگر کسی کے خلاف دل میں برائی کو چھوڑ دے تو اس کو ضرور نقص پہنچاتا ہے۔ تو حضور کریم ﷺ کا تو ذکر ہی کیا۔ میرے بھائی اور بیٹے رسول خدا ﷺ کی زندگی ہی ہمارے لیے عملی نمونہ ہے اور آپ ﷺ کی چوں زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ لہذا اگر آپ سیدہ تو حیدرہ میں شامل ہوں چاہتے ہیں تو آپ کو جناب رسول خدا ﷺ کا سا اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اگر خواہم ہی کا سا اخلاق رکھنا ہے تو پھر کسی سیدہ فخر میں شامل ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ سیدہ عالیہ تو حیدرہ تو نہ لفتا اللہ تعالیٰ کی محبت کی تعلیم دیتا ہے بلکہ اس کی تعلیم قرآن و سنت کی روح کے تحت نکالتا ہے۔ اس لیے میرے بھائیو اگر اللہ کے راستے کی طرف چلنا چاہتے ہو تو سیدہ نعلیم ہی دل چاہے سے عمل کرو۔ انشا اللہ آپ اس دنیا میں بھی سرخرو ہوں گے اور ثمرات میں بھی۔

ذکر الہی

حضرت خواجہ عبدالحکیم مصاوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے لکھے کے لیے ایسا سیدھا و آسان طریقہ بتایا ہے کہ ہر انسان جس کو صحیح طلب ہو یا ساقی اس پر عمل کر سکتا ہے وہ طریقہ یہ ہے کہ وہ اللہ کا ذکر قہاں سے بھی اور وہاں سے بھی۔ ذکر کے متعلق بہت سی آیات ہیں۔ ان میں سے کچھ ”میں جنت میں کے لیے اور“ ثریا جہنم میں کے لیے ہے۔

پہلی آیت کا ترجمہ: ”اور اپنے رب! بل میں ہرگز نہ رہی سے اور مڑے“
 نہایت سے آواز نکالے بغیر صبح اور شام اور غائبوں سے مت ہو۔“ (اعراف: ۲۰۵)

دوسری آیت کا ترجمہ: ”پھر جب تم نہراؤ، کہو: لا الہ الا اللہ لا شریک لہ“ یعنی اور
 بیٹے ہو، ہر حال میں۔ (آل عمران: ۱۰۳)

تیسری آیت: **وَإِذْ كُنَّا نَمُرُّ بِكَ وَتَقْبَلُ إِلَيْهِ تَفْتِيلًا (الزمر: ۸)**

ترجمہ: ”یعنی آپے رب کے نام کا ذکر کر رہے اور سب کو چھوڑ کر اسی کے ہواؤ۔“

مطلب یہ ہے قلبی تعلق اللہ کے سوا کسی سے بھی باقی نہ رہے

العرض: ذکرِ ربیو! ہے علم الہیات کے حصول و لفظ اللہ بھی اسمِ رات کا دہائش کے
 رعبہ یا چاہتا ہے۔ جیسا کہ آپ سب صحیح طریقے سے ہیں۔ یہ ذکر پورے ذوق و شوق اور
 پابندی سے کم از کم دہائش ضرور کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ اللہ کا دل میں مستقل
 ہو جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر لفظِ ذریعہ و رت نہیں رہتی اس کے ساتھ ہی دل میں جوش
 پیدا کرنے کے لیے لگی ثابت کارِ رنگ بہت ضروری ہے۔ یہ جہر سے ہوتا بہت اچھا ہے۔ اس
 سے خوب ملک گری پیدا ہوتی، اور وہ دہائش اس سے متاثر ہو جانے ہیں! واللہ اللہ بدین کے

ایک ایک روئیں اور ٹوں کے ایک ایک درے میں مل جاتا ہے۔ یوں کہیے کہ رزاق بیڑوں کو چارمٹ کرنے کے مترادف ہے اس لیے یہ بھی بہت ضروری ہے کہ رزاق بیڑوں کو کم رکم چند روئیں میں کافی سے بچھلے۔ ان میں بیڑا ۴-۵ ہزار روئیں ہوں۔ بنایا جاتا تھا مگر مجھے تحریر سے معذرت ہو کہ پائے اللہ اس اصل چیز سے اور لگی اثبات تو صرف جوش و خروش پیدا کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ دوسرے پہلو لگی اثبات کا یہ ہے کہ لگی سنا جانے اور اس کی عادت ہو جائے۔ جب تک لگی درست نہ ہو اس بات کبھی ٹھیک نہیں ہوتی اس لیے اگر آہستہ آہستہ کناچا پیسہ چھٹی نہیں بھٹکے گا۔ یہ لگی مٹنے سے کچھ بیٹھے ہیں کہ رزاق کی حلقہ کر میں شریک ہونا کافی ہے۔ وہ سخت عطلی پر ہیں ان کو مطلق کیا ترقی نہیں ہوگی۔ یہ رزاق نہ گھر میں نماز فجر سے پہلے یا بعد میں کناچا پیسہ یہ نہ ہو تو نماز عشاء کے بعد کسی۔ آپ یہ سب کچھ جانتے ہیں اور جو بھلا لے لے ہیں وہ دوسرے پر بے بھائیوں سے پوچھ سکتے ہیں۔ اس واسطے کہ کناچا روئیں کی ضرورت نہیں۔

بچہ چھٹی چیز ترکیہ اخلاق ہے۔ یہ چیز بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ پاس نہیں رزاق سے قلب میں راج اور چارمٹ چاق سے جو حرارت و سوزش ابھی پیدا ہوتا ہے۔ لیکن گرمی اور سوزش پیدا ہو جائے اور رزاق نہ کیا ادا نہ کیا جائے تو حرارت بچانے کا فائدہ ہے کہ نقصان پہنچائے گی۔ براصل و حرارت ہی مقصود ہے۔ بعض اشخاص کہہ لیں گرمی پیدا نہیں ہوتی لیکن پانی کو انھیں سب ٹھیک مہوتے ہیں تو اس کو پریشان نہ ہونا چاہیے۔ حرارت کے ساتھ ملنا کناچا دوسرے ہوتا ہے اور اس حالت میں مالک بڑے بڑے کام کر سکتا ہے۔ چنے کرٹھے اور کراوات مالک سے سوزد ہوتے ہیں اس حرارت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ یہ حرارت ایک خاص نہ تھک اسی میں پیدا ہو جائے تو اس میں اس قدر کشش متناظر پیدا ہوتی ہے کہ شخص اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ کناچا و شید ہو جاتا ہے اور اس کا ہر حکم مانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ترکیہ اخلاق نہ ہو اس کو اس طاقت سے محروم رہا جائے گا۔ اس لیے ترکیہ اخلاق بہت ضروری ہے۔ اس کے لیے ہر رنگ ہر کرے کا حکم دیتے تھے مقلد میں رپولی پڑا لے تھے ٹھیک منگوانے تھے۔

اس زمانہ میں یہ باتیں کون کرے گا۔ لہذا میں نے ایک بہت ہی مکمل طریقہ اس کا نکال دیا۔ وہ یہ ہے کہ فصد اور غرت کو دوسرے بالکل نکال دیا جائے۔ یہ کرنے سے باقی یہ بات رفتہ رفتہ خود ہی جاتی ہیں گی۔ یہ عمل گھر ہی سے شروع ہونا چاہیے۔ یعنی اپنے پیسے کی بچت، رشتہ داروں کی دوسرا وغیرہ پر کبھی قصہ نہ رہے۔ خیراں اس سے کہیں ہی خطا ہو نہ ہو، مگر اس سے غلبہ داشت پیدا ہو گئی جو ہرگز بے ادبی خصوصاً صدقہ رسد! لوگ کہتے ہیں بہت ضروری ہے۔ اولاً چاہتا تھا کہ اس پر وہ چار صفحے لکھتا لیکن اس کو چار ماہ کی مسلسل بیماری سے دو شکر ہو کر سے جارت نہیں دیتا دوسرے وقت بھی تھوڑا رہ گیا ہے۔ آپ پیسے ہی سب کچھ جانتے بھی ہیں جس کی تفصیل معلوم کرنا ہے "تغیر ملک" سے معلوم رکھنا ہے۔ یہ سب کچھ اس میں لکھا ہے عہدہ اور طرف کی لگی کے ساتھ ساتھ دینے پر اعتبار رہا ایک عالمگیر محبت دوسرے حق یعنی حق ہر مخلوق سے محبت سے پیش "داور جو کام کر دیتا رہے۔"

یہ چاہتا تھا کہ جو اپنی جان ہو میں اس کو وہ چاہتا رہا کہ بچنے کے لیے ضروری ہے اگر یہ سب کچھ ٹھیک ٹھیک کیا جائے تو سالک میں کشف و کرامات کی وہ طاقت خود بخود پیدا ہو جائے گی جو غیر مذہب کے صوفیوں کی کسی عبادت، ریاضت اور یوگ وغیرہ سے ہرگز پیدا نہیں ہوتی۔ مسمریزم، مینا زیم، نیو یٹنکی انتقال خیال اس کو سب دیکھ حاصل ہو گا نہ دوسرے طریقوں سے ان طاقتوں کو حاصل کرنے والے کبھی حشر تک نہیں رہتے۔ اہل دنیا کی یہ سب حاصل کرے اور مراتب اہل تک پہنچے یعنی قرب خدا ہو دی حاصل کرنے کے لیے پانچویں بات تھی قطعاً سو فی اللہ بدینہ کمال پیدا کرنا پڑتا ہے اور عبادت ہے تک کے لیے بھی ضروری تو ہے مگر اس قدر زیادہ نہیں۔

قطعاً سو فی اللہ کیا ہے؟ یہ ہے کہ سالک کا وہی تعلق اللہ کے ساتھ دنیا کی کسی شے مثلاً بیوی بیٹے، مدد، پیسہ، پیشہ و مشرت و غیرہ کی چیز سے سوت کے دھانگے کے برابر بھی قائم نہ رہے لیس حقوق اللہ کی جھڑا کرنے پڑتے ہیں۔ یہ کام بہت مشکل ہے۔ اسے دلوں کے لیے کوئی چیز مشکل نہیں سب کچھ ہو سکتا ہے۔ ہر مرد نے کیا ہے اب کہ سے ہیں "ما آمندہ کریں گے۔ طلب صحیح"

امت بلند اور عظیم کی بناء پر درست ہے۔

انقرض' یہ ہے وہ علم و حکمت جو حضور پی رحیم ﷺ آپ سنبھوں کو بخشا ہے جسے علم تھا کہ ان الہیہ صفت کے عام معنی "عقل کی باتیں" بھی ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں یہ حضور ﷺ نے عرب کے اب پڑھ جب اپنی عظیم سے علم کا دور نشانیہ فیض و سر کے دریا میں پھل چھلک چلے جاتے اور ایسی عقل و تدبیر کی باتیں کرتے کہ بڑے بڑے عالم و فاضل و تکبر و جرات اور ان کا جواب نہ دے سکتے اس دن چیتھی کہ علم اس بات سے انسان میں عقل سیم اور قلب سیم پیدا ہو جاتا ہے اور جس کو یہ دونوں قسمیں ملے آجائیں ہیٹے ہیٹے فلسفہ داؤب کہ بھی لہ جواب نہ ملے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علم الہیہ حاصل کرے سے کیا فائدہ ہوتا ہے جس سے پہلے بھی بتایا گیا ہے۔ اس میں عقل سیم اور قلب سیم پیدا ہو جاتا ہے۔ علم ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ جس کے آگے کچھ کسی علم کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس میں وہ روحانی جذبہ اور متناہی کشش پیدا ہو جاتی ہے کہ جو اس کے پاس تھوڑی دیر بھی بیٹھتا ہے اس کی کاہنہ کر دیتا ہے اس لیے تمام دنیاوی کام بھی ہمیشہ اس کے حسب و خواہ انجام پاتے ہیں۔ وہ عطا ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اور خدا سے جو مانگا ہے وہی ملتا ہے۔ وہ ہمیشہ خوش رہتا اور دوسروں کو خوش رکھتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خلق خدا کی اصلاح کرنا اور ان کو خدا تک پہنچانا ہے۔ "خیرات کی تلاش سے وہ نہ بائیں والوں میں ہوتا ہے نہ دائیں والوں میں بلکہ آگے والوں میں ہوتا ہے اور ہمیشہ قرب اور لقا کے لیے سے شہ و کام رہتا ہے۔ اب دعا و رازہ خدا نے رحیم و رحیم تمام مسلمان عالم کا وہ والا ہے نہیں کفار و مشرکین کی بارہی سے بھرت دے رہے سب پر غالب ہائے انہیں فرو بند یوں اور تفرقہ پر داریوں کو جو اس دنیا و دنیاوی کی اصل وجہ ہیں وہ فرما کر متھڑا کر دے۔ ان سے شرک کی لعنت دور کرے۔ ان شخص پرستی پرستی اور تفریق پرستی پرستی پرستی سے بھرت دے کر جائیں اور پکا تو حیدری بنادے۔ آمین لا رب العالمین'

نقوشِ مہر و وفا

(عزیز مرزا، استاد، علامہ، اب حار، محمد صلیو، ڈاکٹر، صاحب نوحہ جیدی)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

ہمارے اس ہاتھ کے ہمارے ملے ملے تھے جو آپ کی طرف سے تجاویز پیش ہوئیں
 وہاں سے، اسے لگے کہ یہاں سے حضرت مولانا عبدالحکیم انصاری صاحب کے پہلے یہ تجویز یہ تھا کہ
 شجرہ پڑھے کے بعد تمام ہوتو یہ (رہط اور دیکھیں) یہ جو حلقہ کر میں وقت ہوتو پڑھے کی
 شرط کے ساتھ دیتے ہیں (بھی یہ ہیں چوتھوں میں) ہم نے کہا شجرہ پڑھے کے بعد تو وہ تینوں
 نہیں ہونا اس میں تو کئی چیزیں تھیں۔ یہ شجرہ جو ہے یہ آخر میں ہونا چاہئے۔ وہ کئی نہیں رہتا۔
 اس پر ایسے ہونا چاہئے۔ شجرہ آخر میں ہو اور پھر شجرے کے بعد توجہ دینی چاہئے۔ ایک تو یہ میری
 طرف سے Amendment منظور ہو گئی۔

دوسری یہ کہ وہاں کئی کئی چیزیں ہوں، میں ہوتی تھیں، راجہ، ان کا بھی انتقال ہو گیا تھا اور
 ان لوگوں کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ ہم نے کہا کہ چلو عبد اللہ بنی کا نام بھائی ٹاپ میں لکھا ہوا ہے تو
 اس کا نام بھی لکھیں تو ہم سے یہ مانگ لیا گیا۔ وہ راجہ صاحب سے لگے عبد اللہ بنی انصاری اور
 آپ کی اہل اور بیٹی ناراض ہو گئی کہ آپ یہ بھی تو ہوتے ہیں پوچھا کہ یہ کس نے لکھی ہے؟
 ہم نے کہا کہ یہ ہم نے لکھی ہے فرمایا یہ ختم شریف جو ہے یہ مردے خشوے کے لئے نہیں لکھا
 یہ مردے خشوے کے لئے نہیں ہے۔ کاٹ دیا اس کو۔ یہ ختم شریف انور دکاندار کے فیض
 پنے کے لئے ہے۔ ان کے ساتھ راجہ قائم کرنے کے لئے ہے۔ آپ کی طرف سے حضور ﷺ کے
 قریب سے ایسا ہی ہے۔ ساری ڈاک پہلے حضور ﷺ کے پاس پیش ہوتی ہے۔ پھر وہ ہوتے ہیں
 سب کو آؤ گی آپ کا آپ ہوا ہے ڈاک۔ ایک تو حضور ﷺ کے ساتھ ملاقات اور پھر حضور ﷺ کے
 توسط سے لوگوں کو پہنچا دینا ہے۔ یا میں حکم ہے۔ کوئی سہم کرے تو اس کا جواب اس سے

شجرہ کے ہار سے میں فرمایا کہ یہ رکبوں سے رابطہ قائم کرنے کے لئے ہے۔ کسی نہ کی ہر گ سے جو مسئلے کے ہیں، جن سے آپ کی روحانی میچنگ ہوتی ہے، تو اس کے ساتھ Contact کرنا ہے۔ وہ بڑا فائدہ دیتا ہے کئی جھٹکی ب بھی جڑھے ہوئے ہیں، یہ کو شجرہ مہر کہو، اسی نہیں ہے۔ انجھیا پتہ نہیں ہے یہ۔ سب کو پڑا کرنا چاہئے اور ضرور پڑھنا چاہئے۔ یہ روحانی عالم ہے۔ ایک سسٹم ہے۔ جب آپ یہ پڑھتے ہیں۔ شجرہ یہاں پڑھ رہے ہیں تو عالم ارواح انہیں اسے دبا دیتی ہے کہ یہاں ہی ہے۔ کوئی دوسرا نہیں ہے۔ یہاں ہی ہے۔ اور یہی ہے تمام ان کو محسوس ہوتے ہیں اور بتوہ میں محسوس ہوتے ہیں لیکن اسی عالم میں عالم روحانی ان انہیں محسوس ہوتا کہ مجھے یہ جو پڑھ رہے ہیں، انہیں ہی بتا دیا ہے؟ سارا Chan جو ہے وہ مار رہے تھے ہیں یہ یہ دہا رہی ہے۔ یہ دہا رہی محسوس ہے۔ Chan یا Chan of thought of school جو ہے یہ دہا رہی ہے۔ ہم اس کے لیڈر تھے اپنے نام میں۔ وہی سکول چلتے چلتے یہاں پہنچے۔ وہ دہا رہے خوش موتمے میں ورنہ فیصل پہنچا دیتے ہیں۔ تو اس لئے سے رابطہ ہو جائے۔ اس سے کی سچو بہ سچو ہوتے ہیں۔ تو اس سے وہ فیصل آتا ہے۔ کی نہ کی تحقیق سے گہرا ہوتا ہے۔ ایک دنیا غائب ہے۔ وہاں ہی ظفر مارتے تھے کہ جیسے ہم باہر سے نظر آتے ہیں

سب علیحدہ علیحدہ ہیں، اندر سے بھی سب روحانی طور پر علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ہر ایک کا رنگ علیحدہ علیحدہ ہے کسی کے ساتھ Matching صحیح روحانی ہے، وہاں سے برائیاں ملتا ہے یہ کام ہوتا ہے تو یہ ایک ہماری تجویز منظر ہوگئی ہو ایک نہیں ہوں۔

شجرہ جو ہے یہ سب کو دیکھ چاہئے اور پریم سے پڑھنا چاہئے۔ بعض کام خود ہی ہو جاتا ہے، اندر سے ہی۔ آپ پڑھیں گی۔ جب میں حلقے میں شامل ہوا، جب گیا پیچھے ہیں اس وقت سالہ نور میں ہی تھے، اور دھرم پورہ میں حلقہ ہونا تھا، غاضی فیور احمد صاحب اس کے انچارج تھے ہم پیچھے دن حلقے میں گئے تو اس وقت یہ شجرہ بنایا ہی گیا تھا۔ اسوں نے سب آدھے اور ایک ایک کاپی سب کو دی کہ یہ بھی پڑھنا ہے۔ اس پر سے اکیس کریم سے پڑھا۔ اسوں نے کاپی دے دی کہ یہ سارے لوگ یاد کر لیں۔ اس وقت کتاب صرف تعمیر ملت ہی تھی۔ ہم نے وہ جیب میں ڈال لی۔ جب کام کرتے تھے تو یاد کرنے لگے۔ ہم نے کہا کہ یہ یاد کرنا ہی ہے اگلے ہفتے میں یاد کر کے دیا تھا۔ اسوں نے سب چلے گئے تو میں نے کہا کہ دیکھو تو یاد کرنا ہی ہے اسوں نے کہا کہ کمال ہے پڑھا پھیلے ہوتے آئے ہیں ہفتے سے یاد ہو گیا ہے یہ کاپی دینے لگتے ہیں کہ یہ نہیں نہیں چاہئے۔ جب ہم متحان دینے کے لئے کتابوں کے صفحے کے صفحے پڑھ کر دیتے تو یہ یاد نہیں ہوتا یا؟ کر لیا کہ ایک ہفتے میں ہم نے سے یاد کر لیا۔ غرض یہ یاد کرنا ہی تو یہ سچا شخص تریا تو ہمیں ہی کر لیا۔ چدرہ میں منٹ ماڈرٹ گھنٹے کاؤ سر سے سارا

ایصال ثواب ہے۔ کئی لوگ تو قائل ہی نہیں ہیں اس کے۔ وہاں جی (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحب) کہتے تھے کہ جیسے سب سے کئی لوگ قائل ہی نہیں ہیں اس کے خدا کی قسم، تم تو جانتا ہو دیکھتے ہیں ایصال ثواب۔ آپ نے ادھر دعا لگی یہ روئیں اور یہ سب۔ اور یہ سب کچھ کہا اور اس کا ثواب ہماری اٹھتا ہوا دیکھتے ہیں منجھڑا سے جابا سے یہ نصیر و فی ہائیں ہیں۔ فرما، ہم تو جانتا ہو دیکھتے ہیں۔ ٹیٹیں ہل جاتی ہیں۔ یہ دھڑلے سے روحانی حلوں جانا سے دھڑلے کو پہنچا جاتا ہے۔ دھڑلے بھی پہنچا جاتی ہے۔ ہاتھ پٹی آٹھوں سے کہتے ہیں۔

Supply chain میں ہوتے تھے ایک انور صاحب۔ انور پوتی۔ یہ کہتا ہوتا تھا۔ اس کا ایک بیٹا تھا۔ بزرگ نام نہ تھا۔ اس کو روکس دکھائی دیتی تھیں۔ وہ ڈاکٹر میں آ جاتا تھا کبھی کہتا تھا۔ ”جتنے اسے بزرگ سے دوے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی آئے ہوئے تھے۔ غلام بھی آپ ہوا تھا غلام بھی آپ ہوا تھا۔ آج رات میں غلام آئے ہوئے تھے۔ وہ کہتا تھا کبھی مختلف ہوئی ہیں اس میں۔ کیسے لگا کہ میں گاؤں میں گیا تو ماں کا انتقال ہو گیا تھا۔ میں اس کی فاتحہ کہنے کے لئے تیرپ گیا۔ یہ بھی ساتھ تھا۔ وہاں دھاگہ لگی تو یہ کہتا ہے ”ابوعلیٰ بھی آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا تھا۔ آج رات سے ایک کہہ آیا تھا۔ قیر یہ پوچھ گیا۔ آپ نے دعا ختم کی تو وہ ڈھپ۔ مطلب یہ نہ بولنا لاشع ہے اس کو یہ چیزیں دکھائی بھی دیتی ہیں۔

دہا جی سے طریقت میں کچھ بھی دیا نہ یہاں ماثواب کے بعد قال ہیں۔ یہ جانتا بھی ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ کھانا پو کھانا پیسے غریبوں کو دیے جائیں۔ یہ نہیں کہ آپ ہی صاحب جو ہیں وہ کھا گئے ہیں انگلیں پکا میں وہ روٹی کھا کے چلے گئے ہیں۔ پسے ڈاب کا کام کریں ماں۔ کسی غریب کو کسی ضرورت مند کو، سی اے اے میں ہر کسی جگہ پیسوں کو کھائی میں۔ پیسے ضائع ہوتے ہیں کریں اس کے بعد کچھ کریں۔ چاہا جی۔ کہا نہ خیر بھی کھائیں۔ یہ نہیں کہ آپ پر حرام ہو گیا ہے۔ گھر میں بھی کھا میں باقی جو ہے وہ تقسیم کریں۔ ہر رشتہ داروں کو کھادیں نہ چلو جی سارے چلے گئے کھانے کے چلے گئے پیو دم و اچھی سے ایب نہیں کھا کریں ضرور چھٹی بھی تو پیش ہو مجبور بھی نہ رہیں نہ ضروری رہے۔ ٹوٹ گیا نہیں گئے۔ ایسا نہیں رہا۔

ہمارے بہت سے بھائی ایسے بھی ہیں نہ یہ بھائی جب فوت ہوئے تو کہہ کے گئے تھے کہ یہ ختم وغیرہ نہیں کرنا۔ احمد رضا کے والد فوت ہو گئے تو لوگ پوچھنے لگے کہ دوبارہ ختم کب کرنا ہے؟ ساتھ اس وقت وہاں کب رہا ہے؟ میں نے کہا کہ میرا نام ہے وہ نہ دہا جی کہتے ہیں۔ ہم نے نہیں رانا۔ میں ہو گیا ہے ایک ستم یہ کافی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کثرت میں آتی۔ تو میرا نام لے نہ دہا جی کہہ رہے ہیں۔ نہیں کرنا ڈھکیب ہے۔ اب ایب تو نہیں ہے نہ ضروری ختم ہو۔

دیکھتے کہنے ہیں سر یہ میرے بچاؤ اور یہ ایک عجیب و غریب ہوتی چاہئے ایصالِ ثواب اسلئے۔ ہم نے کہہ دیا کہ ان سب کو ہم دیں۔ ہم نے نہیں کرایا۔ ہوا جی (حضرت خواجہ عبدالعظیم انصاری صاحبؒ) نے لکھا بھی ہے کہ یہ رسم واج آجسما ہمس Close کریں۔

ہمارے والد صاحب فوت ہو گئے تو ہم سے پوچھنے لگے کہ ختم کب کرایا ہے؟ ہم نے کہا کہ ختم ہم نے کرایا ہے لیکن ہم اپنی مرضی سے کرائیں گے۔ چند دھڑکیں کو کر رہے تھے یا اٹھ رہے تھے کرائیں گے اپنی مرضی سے ہی کرائیں گے جن کو ہمارے مین بھائیوں سے پتا ہے، جب جی چاہے آج میں بیچوں کہ یہ دھڑکیں لیکن ختم ہم نے نہیں سنا۔ ہم اپنی مرضی سے کرائیں گے۔ ہم نے اس کیسے بنے اپنے۔ مین بھائی، وال کے پوتے پوتیاں اور اپنے گھر میں ختم کر دیا۔ جو ہو سکا تھا۔ کیڑے بھی بنائے۔ ایسا ہوا ثواب کر دیا۔ یہ دیکھ کر طریقے سے ہونا چاہیے۔

ہوا جی کہتے تھے کہ ہم دیکھتے ہیں ثواب جانا ہوا تو پھر یہ کیسی طریقے سے ہونا چاہئے۔ آپ (حضرت خواجہ عبدالعظیم انصاری صاحبؒ) نے کبھی ختم نہیں دیا۔ حضرت والد صاحبؒ کا کبھی دیا۔ نہ لانا۔ ہم اللہ دین کا کبھی دیا۔ کبھی دیکھا ہے آپ نے؟ کبھی منگانی پڑا تو بہت ریادہ تو کہتے ہیں چار سالہ صاحب کا ختم پڑھو۔ ۱۱۷۷ منگانی کے شوقین تھے۔ انہوں نے مجھے لکائی میں تو یہ نہیں چاہتا تھا۔ چلو انکس ایصالِ ثواب کرو۔ یا گزرا، اگلے چوال کے موڑے تو مائی ماں کی دیہاتی، مائی اس کو گزرا، اگلے چوال بہت پسند تھے تو ان کے ایصالِ ثواب کے لئے وہ روایت دے دے انہوں نے کبھی وہ ختم نہیں کر لیا۔ روز کے روز دے رہا تھا۔ روز کے روز ایصالِ ثواب ہوتا ہے۔ ہمارے اپنے مہینے کے تمام چوبیس سال ہیں سب کے سے ہم کا کہنا ہے۔

بچی بیڑے۔ یہ صحیح ہے۔

نظام عالم: وجود باری تعالیٰ، فدا مکرر

(پیر خان توحیدی)

کوئی تو ہے جو نظام هستی چلا رہا ہے وہی خدایہ

قرآنی آیات و سائنسی مشاہدات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نظام کائنات کو بننے اور کھڑیوں سال گزار سکتے ہیں۔ لیکن اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل دکھائی نہیں دیتا۔ یہ جگہ ایک وقت اور ایک ہی قانون و فطرت موجود ہے۔ اس میں نہ کوئی تبدیلی اور نہ کوئی کمی بیشی نظر آتی ہے۔ سورج کی طرح مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں غروب ہوتا ہے۔ سورج کا تغیر و تبدل رات دن کا کچھ رہوتا پائش کا میرہ میرہ۔ یہ سارے شمل اسی طرح آج بھی ہو رہے ہیں۔ جس طرح لاکھوں برس پہلے ہوا کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کائنات کو بنانے والی۔ اس دن کچھ حال رہے۔ اہل اور اس کو چلائے والی تو فی حقیقت ضرور ہے اور وہ خدا ہے۔ یہ سب کچھ کھینچے اور رکھنے کے بعد بھی کچھ فلسفیوں کا ہر سوں و منکر اس اور خدا سے یہ نظریہ قائم کر رکھا ہے کہ اس کائنات کو پیدا کر کے دائرہ کوئی نہیں یہ خود بخود اس گئی سے اور خود بخود ہوتی بھی جائے گی۔ یہ لوگ فی حقیقت کے بھی منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ انہیں فی حقیقت پروردگار سے کچھ پامال ہے۔ مثال کے جواب دہ ہونے پر مشین ہے۔ حالانکہ اس کائنات کو پیدا کر کے کاہنہ اسباب انسان کو پیدا کرنا تھا اور اس کو پیدا کر کے کامیاب یہ تھا کہ اس پروردگار کی کلمہ روالہ جائے اور رہتا ہے جائے۔ نہ کہ اس طرح اس کو بھاتا ہے۔ اگر ان امتحان میں محاسبہ کی جائے تو اس کی جزا۔ اس کا کون سوال نہ ہوتا اور اس کا کوئی نتیجہ مرئی ہی ہوتا نہ ہوتا تو پھر یہ سارے کائنات کچھ بالکل ایک ہل نہیں تھا۔ اور یہی کسی دیوتا کا نام نہ کی ضرورت تھی۔

حیات و زندگی و صورت کا اثبات و اصل اس سوال کے تصنیف پر موقوف ہے کہ آیا یہ کائنات

کی حکیم کا فعل سے یا بلا کسی حکمت کے آپ سے آپ نہ گئی ہے۔ مادہ پرست ملحدیں و منکرین کا کہنا ہے کہ اس نظام کو کسی صالح حکیم نے نہیں بنایا بلکہ یہ خود بخود بن گیا ہے اور آپے آپ حرکت کرنے والی مشین کی طرح اپنے تمام اجزاء سمیت جس میں انسان بھی شامل ہے، چل رہا ہے۔ مادہ پرست مادی کا یہی حلق جس پر ختم ہو جانے کا وہی مادہ یہ نظام بھی درہم بدھم ہو جائے گا۔ اس میں کسی مقصد حیات اور حکمت کی تلاش بالکل لا حاصل ہے۔ کی وجہ سے مادہ پرست سائنس نے آثار کائنات کی مقصد کی تعلیم کو اپنے حدود سے نہ صرف خارج کر دیا ہے بلکہ اس طریق فکر کو سرے سے بے معنی قرار دیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس کائنات اور اس کی کسی شے اور کسی فعل میں کوئی مقصد نہیں پایا جاتا۔ یہ محض غلط فہمی سے کہ اشياء کے طبعی افعال ہوس کا مقصد قرار دیا جاتا ہے اور ان کے وجود میں کسی حکمت، ہر کسی عقل و جستجو کی جاتی ہے۔

اس نظریہ کو گرتسمیرا لیا جائے تو حیات و مخلوق کے بعد کی حیات انہی کی ضرورت کو تسلیم کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں رہتی کیونکہ جس کائنات کا نظام ایک انداز میں ہے عقل بے شعور طبیعت کے ہاتھوں کسی مقصد و غایت کے بغیر چل رہا ہو۔ اس کی حیثیت ایک کھلونے سے رہا ڈھیل ہو سکتی ہے اور اس کی ہر شے عبث ہے۔ عبث یعنی ہے اور عبث لٹی قرار دیا جائے گی۔ اس پر اپنے اچھے یا بُرے فعل کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی چاہیے اور دنیا ہی میں عدل و انصاف اور اوراد کا سوال منقطع ہو جاتا ہے کچا کہ اس کی خاطر ایک دوسری زندگی کی ضرورت کو تسلیم کیا جائے

یہ نظریہ نہ صرف سراسر خلاف عقل ہے بلکہ اس کی تائید میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ ہم کو اور کائنات کو پیدا کرنے والا اور چلانے والا نظر نہیں آتا ہم تو اس کو کسی چلانے والے کے بغیر ہی چلتا ہوا دیکھتے ہیں اور اس کے چلنے کا مقصد معلوم کرنا نہ ہمارے بس میں ہے اور نہ ہی اس کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے

ہمارے فلاسفہ اور ہمارے منکرین یہ تو کہتے ہیں کہ یہ کائنات حرکت پا کر ہے لیکن یہ نہیں مانتے کہ اس کا کوئی محرک ہے۔ نہ وہ محرک چیز کو کسی محرک کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ایک امر

مسلمہ سے کہ تمام اجسام میں کسی نہ کسی قسم کی حرکت پائی جا رہی ہے۔ مثلاً جسم پڑھتا ہے یا گھٹکتا ہے یا اپنی اصلی حالت پر قائم رہتا ہے۔ انہی دونوں صورتوں میں تغیر محسوس ہونا سے تیسری صورت بھی درحقیقت تغیر سے جان نہیں۔ چونکہ جاننے اور اپنا ہوتے اور ان کی جگہ نئے آتے رہتے ہیں۔ یہ دلیل کا پیرا مقدمہ ہے۔ ہمارا مقدمہ یہ ہے کہ جب چیز متحرک ہے اس کا کوئی حرکت بھی ہو کیونکہ اگر کوئی خارجی حرکت نہیں ہے تو یہ احتمال قائم ہو سکتا ہے کہ خود اس شے کی ذات متحرک ہو۔ لیکن یہ صحیح نہیں مثلاً یہ ظاہر ہے کہ اس متحرک پارہہ ہے اور اگر حرکت اس کی ذاتی ہوتی ہے تو چاہے جس کسی آدمی کے مقدمہ اجزاء جدا کر دیئے جائیں تو اصل جسم اور جدا شدہ اعضاء میں حرکت پائی جائے حالانکہ دونوں میں سے ایک میں بھی حرکت باقی نہیں رہتی۔ جب یہ ثابت ہو کہ ہر متحرک شے کے لئے کسی حرکت کی ضرورت ہے تو ضروری ہے کہ تمام اجسام کا مسلمہ کسی شے اور ہر وقت ہو جو متحرک نہیں کیونکہ اگر وہ خود بھی متحرک ہو تو اس کیلئے بھی کسی حرکت کی ضرورت ہوگی۔ اس صورت میں بغیر قناعی کا وجود نہ مانے گا کہ یہ بحال ہی نہیں بلکہ ممکن ہے متحرک ہو جو خود متحرک نہیں اور تمام اشیاء کی حرکت کا باعث ہے واللہ ہے۔ جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ ہر چیز متحرک ہے ضروری ہے کہ اس میں کوئی حرکت ہو۔ اب یہ صورت میں نہیں آیا تو یہ مسلمہ کسی حد تک جائز نظر جائے گا۔ یہی فیہ میں ایک ایسی چیز ثابت ہوئی جو بدست پاد لواء مقدمہ شیا کی حرکت ہے اور خود متحرک نہیں بلکہ اللہ ہے نمبر III یہ مسلمہ نہیں ختم ہوگا اس صورت میں یہ قناعی کا وجود نہ مانے گا۔ یہ قطعاً ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس سے کہ وہ چاہی کہ وہ نہیں۔ ہر مردہ اور مردہ چیز سے پہلے ہی ہے جس کی دوسری مادہ اور عام فہم میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم نہیں ہے تو اسے وہ گا اور اگر حادث ہے تو وہ بھی کسی دوسرے پیدا کرے والے کا خلق ہے۔ پھر دوسرا تیسرا ظاہر تیسرا چوتھے ظاہر مذکور۔ اس سے ایک بہت بڑی تسلسل پیدا ہوتا ہے اور یہ تسلسل ہر امر ناممکن ہے متسلسل شے حاصل نہیں ہوتی اگر حاصل ہوتی ہے تو اس طرح سے ہوتی ہے کہ ایک ایسے محدث یعنی پیدا کرنے والے پر قدرت پہنچے جو سب سے اول اللہ تعالیٰ کا اور اس سے ہماری غرض ہے اور یہ بھی ہے جس کو

ہم ہی کا حائق موجد پیدا کرے والا اور حادثہ کرنے والا نہ کہتے ہیں اور وہ اللہ ہے۔
 جو لوگ یہ نظر یہ رکھتے ہیں کہ اس کائنات کا پیدا کرے والا کوئی نہیں یہ خود بخود آگئی ہے اور
 خود بخود مر جاتی ہے۔ اس حالت اس طفل سے کم نہیں جو کسی مٹی کی مٹیوں کو چمکے ہوئے دیکھتا
 ہے لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس مٹی کی غرض و غایت کیا ہے اور یہ کس مقصد کے تحت
 چلتی ہے۔ اس پر وہ حساب کرتا ہے کہ یہ محض ایک کھوٹا ہے جو اس کی مقصد کے تحت چلتی ہے۔ وہ
 دیکھتے ہیں کہ جس طرح اس مٹی سے "واریڈا سوئی" سے پرے حرکت کرتے ہیں "رشتہ دہائی" سے
 اسی طرح کھنڈ بھی چھپ کر نکلتے ہیں۔ اس کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ کیا ماحول جو اس مٹی سے صادر
 ہوتا ہے اس میں صرف ایک فعل بھی کا عنصر کا چھپ کر اس پوری مٹی کے بنائے ہوئے ہے کا
 مقصد ہے اور باقی تمام فعال مشین و حرکت کے یہی نتائج ہیں۔ اس طفلانہ نظر مشاہدہ کی اتنی
 قوت کس رکھتی کہ اس مشین کے پردوں میں ترسیب نہایت اور نظم و محسوس کر سکے اور یہ سمجھ سکے کہ
 اس کا ہر پردہ جس صورت پر بنایا گیا ہے اور جس مقام پر لگایا گیا ہے وہی صورت وہی مقام اس
 سلسلہ میں ہے۔ اس بناء پر وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ مشین پونہ سوپے کے چند ٹکڑوں کے مل جلنے
 سے خود بخود چل گئی ہے۔ اس کی عقل اتنی پختہ نہیں کہ وہ مشین کے احوال اور اس کی تیس کو یہ قیاس
 کر سکے کہ اس کا بنانے والا ضرور کوئی ختم شخص ہونا چاہیے جس نے اسے ایسے اچھے انداز پر یہ مشین
 بنائی ہے جس کا کوئی پردہ سے غار غیر موزوں ہے اور ضرورت نہیں ہے اور یہ۔ اس کی
 صحت اور دماغی سے جو چیز پیش آگئی ہے وہ ہرگز بے مقصد و رعب نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ اس مشین
 کے اس ناقص مشاہدے پر ناقص فکر سے وہاں بچے پر نظر یہ قائم کرے کہ کوئی حکمت اس
 کے بنانے میں صرف ہوں ہے اور نہ کوئی حکم نہ مقصد اس کی صنعت میں پیش نظر ہے تو کیا کوئی
 عقل اور سمجھ بوجھ والا آدمی یہ تسلیم کرے گا کہ اس پختہ مشین کی حقیقت کے بارے میں سمجھنا نظر یہ قائم
 کیا ہے۔ اگر یہ بات ایک پریس مشین کے بارے میں درست نہیں ہے تو نظام کائنات کے بارے
 میں کیونکر درست ہو سکتی ہے۔ جس کا ایک ایک درجہ اپنے ہمارے علم اور اس حکمت اور

بصیرت پر مشامت سہم ہے جس کے تناسب نظام اور ضابطہ میں کھیل بھی کوئی نہ راہ رشک نظر نہیں آتا

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اعتراف انسان کی اصل فطرت میں داخل ہے۔ علم انسان کے دائرہ میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ انسان جب فطری حالت میں تھا یہی علوم انسان تہذیب و تمدن اور مائتگی کا بالکل وجود ہی نہ تھا اس وقت بھی اس نے اللہ تعالیٰ کی پرستش اختیار کی تھی۔ مشہور محقق میکس مور لکھتے ہیں کہ ہمارے ملاح نے اس وقت اللہ تعالیٰ کے آگے سر ہٹا دیا تھا جب وہ اللہ کا نام بھی نہ رکھ سکے تھے۔ کچھ ہے کہ جس زمانے سے دنیا کی تاریخ معلوم سے دنیا کے ہر حصہ میں اللہ تعالیٰ کا عقائد میں جو تھا اور تمام دنیا میں اقوام اللہ تعالیٰ کی قائل تھیں۔ اس کو تا جہیز میں جن پر بھی اور جن عقائد کا علم ہونا سے ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ جب دنیا کو مرتبہ با قاعدہ اور منظمہ دیکھتا ہے تو اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ کسی دانشمند سے بہت چیز کا کور بیب دی ہے۔ اگر کسی جگہ چند چیزیں بنے ترتیب دہرا دہرا پڑی نظر آئیں تو یہ خیال آتا ہے کہ شاید خود بخود یہ چیزیں جمع ہو گئی ہوں گی۔ لیکن جب وہ اس ترتیب اور سیرت سے ہی گئی ہوں نہ ایک ہوتا رہتا بھی بمشکل اس طرح چس سکتا ہے۔ تو یہ خیال کبھی بھی پیدا نہیں ہوتا نہ یہ اشیاء خود بخود ترتیب اور جمع ہوئی ہوگی۔ پھر یہ فکر ممکن ہے کہ نظام عام جو اس قدر با قاعدہ اور خاص سیرت کے ساتھ مرتب و موزوں ہے خود بخود قائم ہو گیا ہو

سچ جبکہ حقیقات و انجی ہو گئی ہے۔ کائنات کے سیکڑوں امرا و قاضی ہو گئے ہیں تھا کئی اشیاء نے اپنے چہرے سے نقاب اٹائیے۔ یہ سب نے فلسفہ اور حکم و غور فکر کے بعد اللہ تعالیٰ کے ثبوت میں وہی استدلال پیش کر کے جو قرآن نے چودہ سو سال پہلے نہایت قریب القسم اور صاف طریقہ میں ادا کیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی کارگیری ہے کہ اس نے اس کائنات کو خوب پختہ طور سے بنایا اور خاص سیرت کے ساتھ مرتب و موزوں کیا کہ تم کو نہیں بھی کوئی فرق نظر نہ آئے گا پھر دوبارہ دیکھو بارہ دیکھو تمہیں نہیں بھی کوئی شبہ یا کوئی در نظر نہ آئے گی۔ یہاں جو سب کچھ کائنات کے

جو شخص کائنات کے ظہور و تخلیق کو محض ایک اتفاقی سمجھتا ہے اور بے حس پر غور کرتا ہے کہ یہ کائنات خود بخود پیدا ہو گئی اور کوئی اس کا پیدا کرنے والا ہمارے والا نہیں ہو سکتا تو یہ اس کے قوت عقل فیہل سے جبکہ ایک چھوٹا سا کمرہ بھی جو کچھ مرتب نہیں ہو سکتا تو کئی بڑی کائنات جس کا ایک ایک حجر میں اس قدر حقیقت، نظم اور ترتیب پائی جاتی ہے جو وہ کچھ کہیے پیدا ہو گئی۔ صبح و شام کی گردش ہوا و بار کا چلنا بڑوں کا گر جانا، دنوں کا سرد و گرمیوں کا آگ کی جیسے سورج کی چمک چاند کی انشیں، سمندر کا مد و جز یہ ساری چیزیں صدف اور خالق کے حسن و صفت اور خوبی و تخلیق کی کھلی نشانیاں ہیں، رہا وہ جس میں کائنات کی مہاشیاء پہنچتا ہوں، کیا جانے اتنا ہی خالق کائنات کے وجود کا یہ دودھ شوق اور شدت کے ساتھ یقین ہوتا جائے گا کہ یہ ہمارے گناہوں کو تو سے جوئی مانتی چلا رہا ہے۔ وہی حد سے دنیا میں بڑے بڑے سائنسدان بڑے بڑے تھلاہلو بڑے بڑے فلاسفہ ہو کر رہے ہیں لیکن گہی کسی کو وہ میں تبدیل کرنے کا راز کوئی بھی دریافت نہ کر سکا۔ سرسوں کے دانے کی جادوئی کیا ہے جو زمین کے تحت پروئے کو پیرتا ہوا، اٹم و مائیک ہیری کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ سورج کی گرمی، شمعیں، ہندو کی دیویش رتی ہیں، ہمارے جسم کے اس مائیکسٹرینا پروئے کو چھو، جھو کر پروئے چڑھاتے ہیں۔ یہ سارے سبب جو کسی پروئے کی نشو و نما کیلئے جمع ہوئے انہیں محض اتفاقی نہیں کہا جا سکتا۔ سبب و اسباب کے پیچھے یقیناً کوئی ہاتھ ضرور ہے اور وہ قوت و طاقت اللہ ہی ہے کسی شاعر نے کائنات اور خالق کائنات کے بارے اپنے ایک ہی شعر میں سارے مسنوں، ساری انھنوں اور سارے ابہام کا صلہ اس طرح پیش کیا ہے

یہ سبب گل کہاں سے آئے ہیں
اور کیا جینے سے مویا سے

حاجی رود بہ کعبہ (قسط نمبر 5)

(طائر قلم محمود)

تیسرا دن (10 ذی الحج): مزدلفہ سے منیٰ، اربعہ اور حقیقہ طوافِ رجب، رات، منیٰ واپسی

مزدلفہ سے منیٰ پہنچنے پر حج کے مطابق مزدلفہ کی رات آرام کے لیے کھلے آسمان تلے چٹا کچا پر کمر سیدھی کرنے کو تئیں چار گھنٹے کا وقفہ شدید آرام نہیں دیا، ماندنی کا وقفہ تھا۔ صبح تین بجے الگ گروپ لوجنگا کر آگے چلنے پر تھوڑا سا مصلحت یہ تھا کہ مزدلفہ گنجاں طاقے سے نکل کر فجر اور قرب کے بعد وہ آگلی میں سہقت کی جائے۔ اہل گروپ کے مطابق مزدلفہ میں فجر چندی پر پھٹا افضل جبکہ صراخیل تھا کہ فجر کا وقت ہونے کے بعد چندی پر پھٹا مروت کا گروپ بیڑے تقریباً پونے چار گھنٹہ پر پھوای۔ تھوڑی دیر چل کر سب نے کو بیٹھ گئے۔ قریب ہی ایک صاحب سے کچھ باتیں ہوئیں، کچھ کر تیسرا بیانہ عجیب لڑکے ہیں، ابھی فجر کا وقت تھا، افسانہ ہی کہیں عوامانہاں لے کر شریعہ کر دیں ہے۔ میں نے سب سے کہا کہ یہ وقفہ بھی تو یہی تھا۔ جسے گھنٹہ دو چھ پچیس ہیں۔ اب سب سے سب کی کچھ باتیں تھیں۔ انہوں نے اس کی اہمیت کسی سے کہی۔ توقف کے بعد منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پچیل کی بند سے پانچ خاصی تکلیف میں تھے۔ خیمے میں جا کے آرام کے قصور سے اہمیت نہ دیا جائے رکھی۔ راستے میں جا بجا ٹرے لٹے ایک اورہ پائے ہوئے راستے میں آجاتے تھے جس سے انسانی سمندر کا جھوکم ہو جاتا تھا۔ دارے سے آگے نکل کے کش دنگی کا احساس ہوتا تھا۔ حکمت اس ہے کہ صرف فی کا روانہ کی گئی تھی، لایہ رہی منیٰ کی حدود شروع ہوئیں تو مکاتف کے داخلی دروازے بند پائے۔ آئے ہاتھوں کو سیدھا حشرات کی طرف بھیجا جا رہا تھا۔ راستے میں رہے پچھنے کی اجازت نہ تھی۔ کوئی حیدر میں جا سے پہنچے

اڑھان تیں ٹھوکر مڑ پڑ چٹا۔ ارادہ چنٹا یہ تھا کہ نیمہ میں جا کے حرم میں گا اور گنگریاں مارنے کے لیے کی کوہ میں کرکوں گا لکسے بے بار آمد کہ خاک شدہ خوشگوار حیرت اس وقت ہوئی جب اپنے ملک کے دروازے کھلے دیکھے اور متعجبین نے غصوں تک رسائی ہوئی۔ پانی کے زخموں پر ہوا لگائی، اور امیر اور اوڈی پر ہنسنے لگے۔ آرم کیا۔ سینڈل کے ساتھ چلتا ہواں خیمہ کی سمت بہت آسان تھا۔ یہ سوچ کر کہ خیمے میں نہ آئے دیو حاکم قوری کے لیے خود ہی حاکم پڑا۔ کیل، الارادہ ترک کی اور ہجر و حجاب کی سٹی کے لیے گروپ کے ساتھ ہوئی۔ ماضی میں غمروں کو گنگر، ماسیڈ مناسک جج کا مشکل ترین عمل ہوگا۔ تنوں کی بجائے نہیں بچیں وٹ طویل و پیر اور آ نے جانے کے لیے راستے مختص کر دیے جانے کی وجہ سے بدگلی عظیم اور رافٹ قوری نامہ کال پانچ نہیں رہا۔ واپس پر کتہ پہنچنے میں بہت کافی وقت لگ گیا کیوں نہ راستوں کے خطرہ ہوئے اور رہماں کا خاطر خواہ انتظام نہ ہونے کی وجہ سے اکثریت کا مشکل ہوئی۔ یونیورسٹی کے کلاس میں اور شاونے بطور خاص تائید کی تھی کہ رکی کے بعد خیمے کی طرف آ نے کی بجائے سیدھے مرید یہ چلے جائیں اور ہوگی جا رہی ہوں گا انتظار کر کے طواف بہار سے کے بعد وہ جس آئیں۔ شمس کی اس شہادت کو سمجھ گئی سے ملے جا سکا۔

حیمہ میں پہنچ کر کچھ آرام کیا۔ قربانی کے لیے حصہ کا وقت بتایا گیا تھا۔ ہوئی چچو قربانی کے لیے مشرب کے وقت کا ٹوٹاں لگا ہوا تھا، لہذا مشرب کے بعد اہل کمرہ نے لہہ دیا ہی سے ٹنڈیں کیں، اور احترام سے آراہ ہوئے۔ میرا ارادہ قصر تھا۔ عشاء کے بعد میں منصور اور ارشد اور حوشی ہو چکیوں میں حرم پہنچے، لہذا بارہ کفو کورٹ سے کھانا کھا رہی تھی تو طواف زیارت کے لیے چلے گئے اور میں نے بیوں کا رخ کیا۔ بال کٹوا کے سو بول وسیعہ کی نقاب ملے۔ پوچھا تو جواب ملا کہ جج کے دفوں کا ویٹ تو نہیں دیں ہے آپ سے میں لیے ہیں

طواف زیارت

پہلے سے طے نہ طواف اور سعی الیکٹرونک کارپریز کریں گا اس لیے طبع میں ایک اطمینان ساتھ۔ اسی کیفیت میں الیکٹرونک کارڈ اے مقام پر گیا تو ایک تھرا نظر آتی جس میں حرکت کے آثار نہیں تھے۔ ٹکٹ گھر میں بھی کوئی موجود نہ تھا۔ ایک بیہ پکار سے پوچھا کہ یہ معاملہ ہے؟ کہنے لگا الیکٹرونک کارڈ ہے۔ ٹکٹ، طے اور کارڈ چلتے کعبہ میں کوئی واضح اطلاع ملے۔ مچا رہی تھی تو مانی اور سب جمع کر کے طواف اور سعی مکمل کی اور ہر ایہوں سے کچھ ہی بعد فارغ ہو رات کے 11 یا 12 بجے تھے۔ ٹکسی والوں کی سن مانی عروج پہنچی۔ کسی کے بے تیش چار سو ریال، تھے حاربہ تھے ایک ٹکسی والے سے 200 ریال میں معاملہ ہو۔ چھ افراد نہ جانے کیسے سکرٹس کے پورے 4 گئے سبزی خاندان کی سرگم سے پہلے انارو پیچے گئے 4 گئے جانے کی اجازت نہیں۔ وہاں سے سکتب تک کوئی ایڑھ کھومو نہ وقت۔ فجر کی اذان سے کچھ دیر پہلے ٹیکس میں بیٹھ گئے۔

چوتھوں (11 ذی الحجہ)

مقدمہ پر پڑنا کا طواف زیارت سے اب اس 4 کمرے میں فجر کے بعد آٹھ ٹکٹ لگی۔ وہ ٹکٹیں بعد آٹھ کھلی ہو اچانک خیال آیا کہ کیوں نہ تو یہ صاحب سے مل جائے۔ شہید 2013 دیو سے، ایک قریبی رہاڑی سے فوس آیا۔ کچھ تھیرا ان سماں ان کو یہ کار سے فوس رہا لے ملک تو یہ صاحب تھے جس سے کوئی شے ساق نہ تھی۔ تیس چار بیٹھے کے بعد پرل ہوسا، ساتن میں گزرنے سے پہلے جو 10 بجس نہیں ہوا گیا۔ یہ دو دھان 10 بجے پر مزید مہمت، سنگ کی گئی۔ 10 بجے رہاڑی کے 10 بیٹر سے تو یہ صاحب کی مسلسل دھندہ خدائی کی شکایت کی تو اسی دن سماں: ابھی پہنچا دیا گیا۔ ایک 10 بجے رہاڑی سے ملک تو یہ صاحب ایک عبرت 10 مارا دھندہ خدائی شخص ہیں۔

2016 میں سنٹرل منجسٹ کوئس کی تعارفی کلاس میں ایک صاحب نے اپنا نام ملک تو یہ

ہر جگہ کا اناچہ تیار تو انکی شخصیت دہن میں سننے ہونے ال کے حد کے سے سر مختلف لگی تھیں
یہ محبت سے دیرینہ تعلق کے باوجود ایک اس کھ خوش مزاج اور گرم وہ ان کے لئے کدیں کے
وہ ان اور بعد میں بھی ان سے رابطہ اور ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ وہ بھی ڈی مہمات پر
ہاتھ دالے احباب میں بھی شامل ہو گئے۔ حج کا پروگرام ابھرنے سے درخوستوں کی فائز
گزرنے کے بعد بنیاد رازشوں فلائیٹ میں کہ پہنچ گئے۔ بلڈنگ ان کی ہم سے وہ بھی حرم کے
معمولات اور سہولت کی وجہ سے ملاقاتوں بہت نہ پڑی۔ سوہنل فون پر بھی رابطہ نہیں ہو
کا۔ اناچہ تھا۔ ان کا مکتب نمبر 13 ہے۔ ہمارا مکتب 11 تھا۔

مکتب نمبر 13 تک پہنچا تو اس کی پہنچ گیا۔ خیر نمبر کا پتہ نہیں تھا۔ مکتب کے منتظمین کو بتایا
صاحب بلڈنگ والا کارڈ اچھا تس مٹی۔ عمرات والا کارڈ نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے رہسائی
سے محدود رہی ظاہر نہ کی۔ ایک پائنتائی سے پوچھا، اس نے وہ تیس سیوں میں آ کر گائی نہیں کیلی
کامیابی نہ ہوئی۔ بقول اس کے خیر نمبر کے خیر یہ بہ سو مشقت سے

معموم نہیں کیوں یقین تھا کہ جب یہاں آؤ ہوں بلکہ ہوں کہیں کہ لاؤ گی۔ ہوں تو
ملاقات نہ درہوگی۔ سیوں کے درمیان گزرنا ہوں میں ایک چارنگانے کا سوچ کر ابھی چند قدم ہی
چلا تھا کہ ایک صاحب صوفہ نمائندہ پر سر جھکائے منو دی کے عالم میں نظر آئے۔ عورت سے دیکھا تو
ملک تو یہ صاحب ہی تھے۔ بتانے لگے کہ وہ خیمے میں بیٹے ہوئے تھے۔ چند منٹ پہلے ہی تازہ ہوا
کے لیے یہاں آکر بیٹھے تھے۔ چائے کا پور چلا اور پھر وہی ایک ملاقاتیں جاری رہیں۔ بچے کے۔

”اے دوست! ہم دیرینہ ٹامنا

بہتر سے ملاقات میجاؤ خیر سے“

مئی جمرات آج کے دن مناسک حج فی واحد ضروریات تھیں۔ حرموں کا شریک ہونا تھی
پاؤں کی یقیناً بہل پسندی کے پیش نظر جو جگہ کی جگہ کی گنجائش سے فائدہ اٹھا رہی تھی
مخد نے خوشی کیل بنا قبول کیا۔ خیمے میں بیٹھا۔ فٹ آرم، خور، نوش، فرمیں ماریٹ (تھرا) اور

گپ شپ میں ہی گرا۔ ہوں، حوں یا اہتمام تسبیح، ہیل اور عداوت مناجات کا دینا شایع ممکن ہی نہ تھا بعد وہ چہرہ بدل گھر کر آئے، خوب تیز بارش ہوئی، خیموں کے درمیان گز رنگارنگوں میں پانی تیزی سے بہہ رہا تھا۔ ٹکی پیکلی خیریں حیرت کا رہی نہیں۔ آج دن بارش سے محفوظ ہونا ممکن تھا اس لیے کہ خیمے محفوظ تھے۔ عرفان دن بارش کو مکتب کی تلاش چھتری ڈیوٹ پھوٹ اور احرام کے بھیک جانے کے سبب ذرا تکلیف دہ ہو گئی تھی۔ خوش گمانی سے کام پتے پتے ہوئے سوچا سال روز دن بارش کا ہلف نا اٹھا سکے کی تالی کر دی گئی ہے

مغرب کی نماز مسجد خیف میں پڑھنے کا پروگرام بنا۔ ہم چاروں (میں، مصور گل اور علی) حرا سے ہوتے ہوئے مسجد تک پہنچے۔ کارے پہنچے تک نہ رہا چکی تھی۔ مسجد میں، اٹھلے موز کے بعد کچھ دیر کے لیے روک دیا جاتا ہے سڑک پر ہی ساڑ پڑھ رہی کی راہی۔

رات کاٹی خدا خدا کر کے

منا منک حج کی چوٹی اور آخری رات پوری کی پوری منی میں گزارنا تھی۔ شام دن بارش کے بعد خیمے میں جس پہاڑ کا تھا۔ کچھ وقت منی عداوت روڈ پر چل پھر کے گرا۔ سوچا کہ گھر رات کم سوچے تو نہیں چٹائی پھیلا کر دلہ کی طرہ کھل فضا میں سو جاؤں مگر شر طے پہ چلے آتی پکٹے تھے۔ رات گیارہ بجے چٹائی لگا کر اڑی اٹھا کے مسجد حیف کا رخ کیا کہ وہاں ٹھنڈک تو ہوتی ہے مسجد میں اس وقت بھی گل دھڑے کی جگہ نہیں تھی۔ عجاوب گز اور حال خال، اصحاب اہتمام، بعد وہ تلاش ہمارے کے بعد مکر مسٹ کے پیلے کی جگہ مل گئی تھی۔ کچھ وقت ڈانڈ کی لکھنے میں گزارا۔ ہوا جو کاشش کے چند کے جھونکے مس پس و لوں کو بھی نظر آتی تھی۔ اور دادہ دون تھو۔ کی جگہ کمر سیدھی کرنے کو بنا دی گئی۔ فجر کے ٹیسے میں ہی پڑھی کہ ہوسو کے لیے لکھنے کے بعد مسجد میں جانا درجہ وضو کا بھی کار و توار تھا۔

پانچواں دن (12 ذی الحج)

مٹی حرم اور مٹی سے وابستگی: آج کے دن مناسک حج کے حوالے سے مٹی میں آخری کام حردوں کو نگریاں مارنے کا ہی تھا۔ زوال کے وقت کا انتظار کر کے گروپ کے چاروں افراد نگریاں مارنے لگے۔ حردوں پر نگرہ لگانا منظر بھی دلچسپ ہوتا ہے۔ وائرین کا جوش اثر ہٹا اور حمرینٹ، پیار پر نگرہ پوسن مسلسل بارش سے فضا میں ایک ایسا ہی کیفیت رہتی ہے۔ اب اس - برس ماہ میں - کتب کے تحت علم سے سون و ہام پوچھا جاتا ہے گا نہ میں مزارعہ میں تیار کھڑی ہیں جو ہی احارت ملے گی وہاں سے رو نہ ہو جائیں گی۔

موٹل کا فاصلہ جسے سے تن چار کو میٹری بنا تھا۔ پیدل جانے میں رکاوٹ سامان اور گرمی کی تھی۔ دو ٹیس باؤ فٹے و فٹے سے سوس کے بارے میں ایک ہی پتہ یہ سن کر مناسب سمجھا کہ پیدل ہی نہ اندھو جاے یوں نہ مغرب سے پہنچے کسی سے نہ نکل سکے اس صورت میں رات نہیں قیام سنا پاتا۔

خیمے سے نکلے کسی میں ہاؤں کا خوبصورت منظر اور خوشگوار موسم، کچھ کر پیدل چلنا بھی تفریح تھے لگا کبریٰ نلدا، اہلی مرنگ سے نکل کر پوچھتے پوچھتے حوٹل پہنچ گئے مناسک حج تمام ہوئے حوائج طواف و اعادے۔ (جاری ہے)

ذکر کی اہمیت (قسط نمبر ۲)

(امیر بکھریوری)

اب سوال یہ بھڑنا ہے کہ جتنی بات ہوں، مجھ سے چند لفظ کی بھر سے شخصیت کے تمام گوشے منظر ہونے لگتے ہیں اور قوت عمل جاگ اٹھتی ہے۔ مجھ سے رہاں کو حرکت میں لانے سے جی کا عہد بھٹکتا آتا ہے۔ روحانی چاریوں چھٹنے لگتی ہیں اور عقدہ عمل میں ہم آہنگی پیدا ہونے لگتی ہے۔
۲۔ ایسے ہی دماغ سے سب سے پوچھیں اور ان کے کردار کی روشنی میں اس کا جواب تلاش کریں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے

لَا يَفْعَدُ قَوْمٌ بِذِكْرِي لَئِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَعَلَيْهِمُ الرَّحْمَةُ لَنُوتَ

عَبَهُمُ الْمَكِيدَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ مِنْ عِنْدِهِ (رواہ مسلم)

جب بھی کچھ لوگ اللہ کے ذکر کی خاطر مل بیٹھتے ہیں۔ فرشتے اس کا احاطہ کر بیٹھتے ہیں۔ رحمت انہیں ڈھکاپ لیتی ہے، سکوت س پر مار لیا ہوتا ہے۔ اور بعد اُنکی س کا ذکر کرتا ہے۔ اس سے حوالے کے پاس ہیں۔

۳۔ ہمارے بعد ہر گنہگار کو زمین سے نہ ہٹا

یہ: "کس، ایک، دو، رحمت میرا خدا تیرا خدا"

اس حدیث سے واضح ہوا کہ جو لوگ بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں، ان آواہ کو ظاہر نہیں

ہوے جو اللہ کے رسول ﷺ نے سمجھا دیے ہیں، مگر میرا کہ ان پر رحمت دیکھو۔ کا مال ہو۔

رحمت کی حقیقت

اس رحمت و رسیکس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک جوہر سے جس کا مرکز قلب پر ہوتا ہے۔

وہ جوہر، جو تمام روحانی چاریوں کی دوا ہے۔ عا کہا حضرت سیدنا ابراہیمؑ سے نور الہدیٰ میں:

مجرہ: "وہ نور اللہ اصاف، میرا قلب بھی تیرا" (اللہ اور الہی کا مجھ دل سے کس تمام روحانی

رحمت فی اللہ ہے، قسم میں جو اہل اللہ کے سینوں پر درخونی ہیں۔ وہ لوگ جو اہل اللہ سے محرم ہیں، ولایت میں صلوٰۃ، سلام، رحمت، برکت اور سلطنت کے معانی ڈھونڈتے ہیں اور جب ان کے معانی میں کوئی حد قائل نہیں کیج سکتے تو یہ یثابہ دے دیتے ہیں۔

عاش نشہ شدی، محنت اغت نہ کشیدی
کس پیش تو غم نامہ بھرب چہ کشیدی

میں لمرہ در در حرقی اور ہری

لمرہ در در جو ہر دم

یہ بات سننے پر وہ نے کی ہے۔ وہاں کھانے کی نہیں ہے کیفیت، مدحاتی مودہ حق سو یا جسمانی۔ وہ مسلمان کی چاشنی سے مگر دوسرے کو سمجھانی نہیں چاہتی۔ جیسے کی آؤں سے آم نہ کھائے ہوں۔ آپ اسے ہر ارجمہا میں کہ ٹکڑے کی پیدات ہے، دوسری حالت ایسی ہے اور لکچر کا یہ کیا ہوتا ہے۔ وہاں اندر توں تا فرق سمجھنے سے مسرقاہر رہے گا۔

مسئلہ تمل پچ ہیں

پھر یہ رکھ رہا اس مدحاتی و ذوق کی لذت کے سامنے کا طالب ان تمام ہفتوں پچ ہیں۔ یہ جو تامل اللہ کو دیکھتے ہو، رات بھر اس کی بارگاہ میں بیٹھے رہتے ہیں، یوں ہی جنگ اور سبقت تو نہیں دیکھتے۔

دیدہ ہا شد از رخسار مست ملک جلوہ

و نہ از احیائے شب، شب زندہ ہا رہ چہ حفظ

و مست کے مہرے کی چوہ بھٹکیں انہیں نظر آتی ہوں گی، مگر نہ رات بھر جائے گی انہیں

کیا پڑی ہے۔

یہ جو صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک اس کے حضور میں جم کر بیٹھے رہتے ہیں،

جہد با دُشمن اور شہر میں کو بھی تھپک تھپک کر سدا رہی ہوئی ہے، روحانی غذا کھا تے ہیں اور شہر پر سرور کھپ کے عام میں ہیں۔ یہ جو اہم انجیم اس "دُشمن" نے ہوا شہر پر لڑتے ہوئے اور سخت دُشمن اس سے چھوٹ گیا تو یہ مجھے اس بے کمال خدا کا ذکر ہوا شہر سے لڑا ہوا تھا۔

مطالعہ اہل ربیہ کے اپنے دیوانے کے مطلع میں اسی روحانی رُزق و لُذُن کا ذکر کیا ہے۔
 اندر ہوئی دُشمن مچا دیا جا رہا ہے اس پر آئی ہو

و کسے میرا سیر ہو کہ اللہ سے اور قریب ہے کہ میں اپنے آپ میں نہ ہوں۔ اس مَحْرَم و دُشمن نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اس روحانی رُزق سے کوئی حصہ نہیں ملتا ہے اس سے بڑھ کر بد بخت کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ کی ہاں تمہارا راضی کارڈ ہی نہ بنا ہو۔ جب تک فیضان نہیں ہوتا ہے۔ عبادت طہارت پر اس گرا رہی ہے۔ اِنہا لکیرِ اَلَا عَلٰی الْحَاشِعِینَ اور فیضان ہو تو میرے چھوٹے فیضان سے اور مددگی کی سب سے بڑی مدد۔ خصوصاً ﷺ کا ارشاد ہے۔ میری آنکھوں میں ٹھنڈا کنڈا میں رکھی گئی ہے

عجب اس مدد کی کہ جب پھانسی پر لٹکا ہے کہ بے لے جا رہے تھے تو کفار نے پوچھا کوئی آرزو ہو تو کہو؟ دایا "مجھے رحمت مہربان دھپے دو۔"

جب انسان اس روحانی غذا فیضان سے آشنا ہوتا ہے تو وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اس شہر رحمت و سکینت کے بغیر مددگی اسے چھٹی اور بے یقین معلوم ہوتی ہے جیسے صوفی سے تابی سے روٹی کی طرف لپکتا ہے اور یہاں پہنچتی ہے پانی کی طرف ہاتھ پڑھتا ہے "یہ بتا دے" پتہ قاری سے "اللہ کے ذکر و عبادت اور رُزق کی خدمت کی طرف لپکتا ہے" ہاں رحمت سے وہ وہ کی پیاس بجھا سکے۔ وہ لوگ جو رحمت و سکینت کی فضا میں جیتے ہیں وہ اگر اس کا نظام پر عمل کریں اور اس کی منہیات سے نہ چھین تو وہ فیضان رحمت سے محروم ہو جائیں گے۔ فیضان رحمت کے بغیر اس کا ہر ٹھکانا ہے اور مددگی اس ہو جاتی ہے۔ یوں بغیر کسی کاوش اور مشقت کے زندگی ہوگی اور بعد ازیں کے سانچے میں بھل گئی۔ عقدہ و عمل میں ہم پہنچے ہیں، اعلیٰ و جوارح عقدہ کے کا

ساتھ رہنے لگے۔

دکرا الہی سے رحمت کا درود ہوتا ہے۔ وہ رحمت تمام روحانی بیماریوں کی دوا ہے۔ اور ملل اللہ کی روحانی غذا ہے۔ وہ رحمت ذات کے اندر چھپے ہوئے نہیں، وہ کھلے کھلے برکتی ہے۔ وہ رحمت بینوں کی حالت میں، سوشل، آئی کی کے عام میں برکتی ہے۔ وہ دوا برکتی ہے۔ اور عالم بیداروں میں برکتی ہے۔

۔ شمس، شب پرستم کچھ بڑے خواب کویم

آپ بھی جی میں کہتے ہوں گے کہ یہ کیا پہیلیاں ہیں۔ یہ کیا بھڑکتی ہیں، اور تو بھی کبھی رات بھی روتے ہیں، ہمارا ہم بھی پڑھتے ہیں، مگر یہ رحمت، مسکیت کی ہارٹس سے کا کوئی حادثہ نہیں پڑتا۔ یہ رحمت آج، وہ رحمت گئے وقتوں میں برکتی ہوگی۔

اے شوق منغل یہ تجھے کیا خیال ہے؟

اس کی صفت رحمن و رحیم بھی اولیٰ، ہادی سے وہ ملے بھر کے ہے بھی کبھی معطل نہیں ہوئی۔ وہ سہادی امر میں ہے۔ صفت جس کا اللہ شمس کے رحمت ہر وقت میں ہے۔ آپ کہیں گے یہ باتیں؟ نفی پڑیں مگر یہ تدبیریں رحمت کا دوا ہوئے گئے۔

وہ رحمت کیسے ہوا!

یہ رحمت عام ہو گیا ہے کہ روٹی کی اگر اس کے ہے کیا جانا ہے۔ کوئی دوا رحمت کے ہے دکر رہتا ہے، کون شادی کے ہے سچ پھیرتا ہے، کہیں، لپٹے پڑھتا ہے۔ اس کے ہاں ہے، نہیں، کہیں اس کے پڑھتا ہے، میرے دوا شمس ہوتی ہیں، اور کا کوئی نہیں۔ وہاں کے جھنڈے، اور خیال کبھی ختم ہوئے۔ لے نہیں، ایک، ٹھٹ سے انسان لگتا ہے، تو دوسرے میں گرتی رہتا ہے اور یہ مسدود اختلاقی سے۔ یہ صیغہ میں وہ لوگ جن کا تھوڑا دکر الہی سے محض دنیا کی خواہشات کی تکمیل سے

محبت کی بنا پر اس کی چوڑی رات تو وہ بھی منہ ماری حاجتوں کا حور خیال رہتا ہے، وہ کہتا ہے اسے کھانا

ہو، میں بھونکا تو تنک ۱۵ سے خوف وہمکن سردی تو نہیں لگتی ہے، اس کے کپڑے پھٹ گئے ہیں، اسے کپڑے بنا کر دو۔ جب ایک ٹریفک آؤٹی ڈیوٹ کے یہ نقشے ہیں تو اس رب العالمین کے بارے میں سمجھا رہا تھا یہ ہے؟ تم اگر اس سے ملو اور اس ڈیوٹ میں اسے پاؤ کرو تو وہ جس جتن کر تمہاری ایک ایک حاجت کو پورا کرے گا۔ حدیث قدسی ہے۔

اسے ابن آدم ۱۶ تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو بیٹھ، میں میری ضرورتوں کو پورا کروں گا۔

کاروسا رہا، فکر کا رہا

فکر کا دور کا رہا، آزار کا

حقیقی عمر تم سے بڑا کے ہندو کا کہ ہے، ظلم پڑھئے، کاش اس کا شعر عشیرہ تم لکھو کی خاطر پڑھتے تو تم اس کے مقبول ہندو میں شمار ہوتے۔ اے طالبِ حق! ذکر اللہ ہی لیے کر، اور دنیا کے دھندوں کے لیے دعا، ننگ۔ دعا تیری عاتری، تیری بے چارگی اور تیری دربانہ گی کا اظہار ہے یہی اعتدال کی راہ ہے اور یہی مسنون طریقہ ہے دعا بھی اپنے جی سے گھڑ کر نہ ننگ تیری عقل کا قصہ ہے۔ تیری معرفت اجہوری ہے۔ تو انگاروں کو پھول سمجھتا ہے، اور پھول تجھے انگارے نظر آتے ہیں تو سم قائل کو شہد بھڑک رہا ہے۔ تیری عاتری کی اور بڑی ہیں۔ دعا کئی دعا ننگ جو سرور دنیا اور دین نے ملحد ہی میں۔ اس دعاؤں سے ہر موخر ارف نہ کر۔

(جاری ہے)

آنسو (سچے موتی)

(احمد الرشید، ساہی)

انسان کے آنسو صوبہ رحمت کا قافیہ ریچہ ہیں۔ آنسوؤں کی فریاد قبول ہے سالہم شبہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مقبوس ہے۔ ہر گام و گدایت میں آنسوؤں کی درخواست رہا نہیں ہوا۔ سنوؤں سے نہ مانے جاتے ہیں۔ ٹوٹتے پڑتے ہیں۔ حوادث کے ضوفاؤں کے زخم بدل جاتے ہیں۔ گردشِ ایام کے طور بدل جاتے ہیں۔ مقدر بدل جاتے ہیں۔ مصیبت کو مختلف مل جاتی ہے۔ بد حال ماضی کو خوش حال، عقلمند مل جاتا ہے۔ گمشدہ گم ہو جاتا ہے۔ بھٹکے ہوئے راہی صاحب منزل بن جاتے ہیں۔ گرداب میں گھرے ہوئے مسینے ماضی مرد تک آتے ہیں۔ فرق مجرا، وصال حق بن جاتا ہے۔ اشکوں کے موتیوں کی ماہِ عامہ ہا۔ تنک کی خبر لاتی ہے۔ یہ سچے موتی کھور ہاے نازندہ ہا۔ بول اور مرے ہوئے انسان نوزندہ ہر جاتے ہیں۔

جونہی دہ آبِ انہار تک نہ بیکہ و اشکوں میں چاہا ہوتا ہے۔ سہ سب، رنگ اور نسل سے آراہ ہر انسان کی آنکھ میں ایک جیسے آنسو ہوتے ہیں۔ یہی انسان کا انسان سے واحد رشتہ ہے۔ بھونک کا، تنگسری کا

عشق کے مسافروں کا اور اہل جنس میں۔ عشق حقیقی ہو یا مجازی آنسوؤں سے عبارت ہے۔ و صہ رسول ﷺ پر چا غم کی دینے والے آنسوؤں کی ربات سمجھتے ہیں۔ یہ سہ ماہ کی کا احساں ہے کسی کی دین ہے۔ کسی کا اعجاز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دیباؤں کو چاندی کے منسفر ہا سے لے اشک آنکھ کو پھر کر۔۔۔ بقر، بقر، بقر نصیب

ہم اپنے اللہ کے سامنے کیا پیش کریں، نامہ اعمال تو پیش کرنے کے قائل ہیں رہا۔ دفتر عمل میں کیا دھرا ہے۔ رہی عبادت تو منظور ہو کہ نہ ہو، یہاں ہمہ سکتے ہیں۔ انیس کی کروڑوں سال کی عبادت صرف ایک انکار سے رانچاں ہو گئی۔ ہم تو کتنے حکامات سے سرگراں ہیں کرتے ہیں

ممن مانیہ کرتے ہیں ہم دانا کیا پیش کر رہے۔

خوئے ہوئے دس اور بیسے ہوئے اشکوں کے ساتھ ہم اس کے سامنے سر پہنچا دیتے ہیں۔
اللہ یہ حقیر سر مایہ بھی ہم اس رنگی سے حاصل کرنے میں۔ یہ نہ امت اور شرمندگی کے نہ مانے
تیرے سامنے حاضر ہیں۔ قبول فرمائیں اپنی وارگاہ ہے نیاز میں اپنی شاہ عطا دہی
دکھ اور ہمارے اشکوں کو پرانی عطا فرما دے رہا رہی ادا فرمائی انفرشوں سے درگزر فرما۔

تو پی پی کے سر دکھا سے تراغیب سوہ گئی

جو شکستہ ہو تو عمر پر تو سے لگا دیکھ رہا میں

میں اس کا سوز دس اور چند چمداقتہ عطا فرما۔ ہماری انتہا ہو فرما۔ اور عاصرف

ہیں ہے نہ ہمارے سوسوئیوں کو اپنے فضل سے اپنی شان کریم کی تاجداری عطا فرما۔

تو حاتم ہے نہ ہم بے کس و بے بس ہیں۔ تیرے حبیب ﷺ کے نام پوچھیں اور ہماری

بساط مینا سے

قبول فرما مال ہماری لڑیاں کہ ہم آنسوؤں کی زہب میں پیس کرتے ہیں تو ہر قوی

ہمارے آنسوؤں کا آخری سہارا ہے تو قبول فرماتے یہ موتی اعمول ہیں۔ تجھے موتی پیشہ ہیں۔ ہم

تیری وارگاہ میں موتی پیش کرتے ہیں۔ تجھے تیرے محبوب رسول ﷺ پر پیغم کا واسطہ ہمارے موتی

قبول فرما

موتی سمجھ کے شاہ سر کی ہے جان ہے

نظر ہے جو تجھے مرے عرق اشغال کے

مجاہدہ نفس

(از مسید علی بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

فدہ تھائی نے ارشاد فرمایا: **وَالْخَيَاسَانُ جَاهِدُوا لِيَعْلَمَ اللَّهُ دِينَهُمْ سَبِيلًا**۔

یعنی جو ٹیکہ ہمارے اہل صفات کو سمجھنے اور جاننے کے لیے مجاہدہ کرتے ہیں، ہم انہیں ضرور اپنی صراطِ مستقیم دکھا دیں گے۔“

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”سچا مجاہدہ وہ شخص ہے جس نے راہِ خدا کیلئے نفس سے جہاد کیا۔“

اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے ایک روایت میں فرمایا:

”ہم نے جھوٹا جہاد چھوڑ کر دیا، جہادِ خفیہ رہ گیا۔“

یہی پرانے عرصے کی ”پارسل اللہ ﷺ“ کا جہاد ہے۔“ ”پہلے ﷺ نے فرمایا: ”وہ

نفس کا مجاہدہ ہے۔“ ”مہکھڑے ﷺ نے نفس کے مجاہد کو جہاد پر غصیت دی، اس لیے کہ مجاہدہ

میں محنت و پیدائش اور تکلیف دہی ہوتی ہے۔ جہاد اور لڑائی کے ساتھ ہوتا ہے، اور یہ مجاہدہ نفس کے

علاقے مستقل اور مسلسل جدوجہد سے جس میں خواہشات سے بچنا اور حکامِ الٰہی کی کمال

اطاعت رہنا مقصود ہوتا ہے۔ تمام مذاہب، الوں میں مجاہدہ کا مثل تعریف ہے، اور اہل طریقت اس

کی پامندی میں مخصوص ہیں، اور خاص و عام صوفیوں میں مجاہدہ کا طریق جاری ہے۔ ان معنی میں

مشریح کے دو ذکرات بہت ہیں۔ پہلے اس عبد اللہ شہزادی اس میں بہت نلو سے کام لیتے ہیں، اور

جہاد میں آپ کے والدین، اچھے بہت ہیں۔ آپ کے مذہب میں مجاہدہ کے اندر بہت بھی

ضابطہ اور احتیاط رہا ہے۔ یہ درجہ اور صلاح کے لیے اتنا ہی مفید ہے۔

مذہبیت میں ہے نہ آپ مہینہ میں صرف دو مرتبہ کھانا کھا کر فرما دیتے تھے اور اتنی تھوڑی حد کے ساتھ بھی آپ سے طویل زندگی پائی۔ تمام محققین نے محمد بن روحانی غرضت و اہمیت کو ثابت کیا ہے۔ اور اس کو مشاہدہ کا سبب گردانا ہے۔ اس لیے مجاہدہ کے بغیر مشہدہ ناممکن ہے اور ہر طالب حق کے لیے خدا کا رستہ پوچھنے میں مجاہدہ بہت بڑی تاثیر و ثقب ہے۔ اسی طرح عقیقی میں حضور حق تعالیٰ اپنی مرادیں حاصل کرنے کے لیے دیا میں کیا ہوا مجاہدہ نہایت مفید و کارآمد ہے جس کو ناپید چاہیے کہ بندہ کا مجاہدہ خدا کی قربت و رضا کا باعث ہے اور اس کے باعث بندہ کو اپنے حقیقی و نامک کا مشاہدہ نصیب ہو۔ کیوں کہ صوفیاء کے قول میں مشہدات ہمیشہ مجاہدات کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔

صوفیاء کا ایک اگر وہ کہتا ہے کہ مجاہدہ خدا تک پہنچنے کا سبب نہیں ہو سکتا۔ اس کے برعکس دگرہ سے پہنچا ہے نہ کہ مجاہدہ کے ذریعہ بندہ خدا کے فضل و کرم کو بندہ کے مجاہدہ کا باعث ہے کیا واسطہ؟ چونکہ مجاہدہ بندہ کی تہذیب نفس کے واسطے ہے، نہ کہ قرب رضائے الہی کی ضمانت، اور حضرت سہیل کی دلیل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہے۔ یعنی جو لوگ ہمارے لیے مجاہدہ کرتے ہیں ہم انہیں پناہ دیتے ہیں۔ غیر تمام انبیاء علیہ السلام پر درود پڑھنا دستور تہجیت و اطاعت، کتب سوانح کا مرقعہ ۱۰۔ حمد احکام البیہ سب کے سب مجاہدہ ہیں۔ اگر مجاہدہ مشہدہ کا رعبہ اور وسیلہ نہ ہوتا تو تمام مذکور چیزیں کا ظلم باطل ہو جاتا۔ ہزار دہائیہ رعبی کے تمام احوال کا تعلق احکام اور اسباب کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ اور جو شخص اسباب کی شے کرتا ہے وہ شرعاً اور رسم سب کا منکر ہے۔ جیسے کھانا پیٹ بھرنے کے اور لباس پہننے کی ضرورت ہوتا ہے۔ پس افعال میں اسباب کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور ان سے روگردانی اختیار کرنا سستی و غفلت کی دلیل ہے اور مجاہدہ کی اہمیت پر مشاہدات میں بہت سی بیہوشیاں ہیں۔ چنانچہ ایک وحشی بہرہ سرکش

کھڑے رہا نہ کھڑے کرانے کے بعد حیدر انوس کی صفت کو چھوڑ کر انوس کی صفت میں آ جاتا ہے۔ اور وحشت و سریرہ کی بجائے محبت و مہمانست اور اطاعت شعار بنی اٹھتا دیکھتا ہے۔ اور اس طرح اس کے تمام ہانگی مضاف بول جاتے ہیں۔ اسی طرح اور بہت سے چاروں اور پندرہاں کو مسلسل رہا نہ وحشت و محنت سے اس کو بچا دیتے ہیں۔ حساب کو چھوڑ دے چلے جاتے ہیں اور جب بول دے آ جاتے ہیں۔ اور اپنے ملک کے ہر حکم کی پوری تعمیل کرتے ہیں۔ چھوٹے بچے خواہ گنجی ہوں اور عربی ان کی ملکی و مادری زبان نہ ہو لیکن مستقل رہا نہ محنت سے وہ عربی زبان بہت اچھی طرح سیکھ جاتے ہیں۔ اور ان کی طبیعت بولی بول جاتی ہے۔ اور اس کی مانند اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ اس تمام شریعت کا وہ اور بچا وہ ہے، اور رسول خدا ﷺ نے جو فطرنا معصوم مطلق تھے ہمہ وقت قرب الہی حاصل ہے ہونے لگے گناہوں سے محفوظ رہتے تھے۔ اور عاقبت ان تمام سعادتوں سے بے نیازی طور پر مشرف تھے۔ یہاں ہمہ اتنا مجاہد کیا۔ کہ عبادت کے لیے جو کچھ رہتے۔ انوس کو یاد داری اختیار فرماتے اور وہ حال کے ہونے بھی رکھتے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کثرت رہا نہ وحشت و محنت پر کئی چٹائی لگائی۔ کہ آپ عبادت میں تخفیف لے لیں، صحت کے لیے آرام بھی فرمایا کریں، اور اپنی جان پر مانتاں برداشت ہو جائیں، اور حضرت ابو ہریرہؓ سے راہیت سے یہ تعمیر مسجد کے دوران حضور انور ﷺ خود انہیں اٹھاتے اور آپ ﷺ کو اس سے بہت تکلیف ہوتی تھی۔ میں نے عرض کی کہ یہ رسول اللہ ﷺ انہیں آپ ﷺ کے حصہ کی اینٹیں اٹھا کر رکھتا ہوں، اور آپ ﷺ کی محنت اپنے ذمہ دیتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب ہریرہؓ کو کسی اور آدمی کی اینٹیں جا کر اٹھا، اس کے نہ حقیقی عیش و آرام ہو سکتا ہے بلکہ اس میں ہے، اور طبر سے نہ آٹھنہ ﷺ انہیں عیش و آرام کے لیے یہ مجاہد رہا نہ صحت اختیار فرما رہے تھے۔

ہیاب، مناجات فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمر سے پوچھا، ”آپ غزوہ جہاد کے

معاں پر کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ ”آپ نے فرمایا تو سب سے پہلے غزوہ جہاں اپنے نفس سے شروء کر، پھر اسے خوب دیا حضرت! مشقت میں اہل تائید یہ ان محنت حکام الہی سے مامور مکتف ہو۔ علو و افراں عام مفہوم میں جہاں وہ فی سبیل اللہ کی کیفیت یہ ہے کہ اگر تو جہاں میں بھاگتا ہوا، راگنی تو اللہ تعالیٰ تجھے کسی حالت میں اٹھائے گا نہ تو بھاگتا ہوا نہ وگا۔ اور اگر تو نے جہاں درجہ کاری سے کیا تو حیرت بعثت بھی اسی حالت پر ہوگی۔ اور اگر تو نے جہاں نایمان و غلامی اور صبر و تحمل کے ساتھ رضا نے الہی کی خاطر کیا، اور خدا سے اس کا اتنا ثواب چاہا، تو اللہ تعالیٰ تجھے اپنے خاص اولیاء اور صالحین و مختصین کی جماعت میں اٹھائے گا اور یہی جہاں دکھا رہا ہے۔“ اس اظہار معانی کے حق میں عبادت کی ترکیب و تالیف کو جس قدر راہنیت و اثر حاصل ہے، قاتل معانی کے حصول اور احوال باطن میں تجدید و نوامیت، اثر حاصل ہے، اور جس طرح بیان عبارت کی صحیح و حسیب و تالیف کے بغیر درست نہیں جیسے تھا۔ یہی طرح راہ خدا و مادی کا ملے کرنا ایجاد اب کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا۔ اور جو لوگ مشہد و ایجاد کا دعویٰ رکھتے ہیں، وہ خداوندی میں مبتلا ہیں۔ ہر کیف اس کے برعکس صوبہ کے دوم و سوم کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کی محبت و بخشش خدا کے فضل و کرم سے ہوگی، نہ کہ جہاد و سے، اور دلک اس انداز کے پیروکاران و حدیث سے وصال بھی مہیا کرتے ہیں مثلاً رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ”آپ لوگوں میں کوئی شخص صرف اپنے اعمال کے باعث محبت نہیں پائے گا۔“ صحابہ نے عرض کی ”یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ بھی نہیں؟“ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ہاں“ میں بھی صرف اعمال کے ذریعہ محبت نہیں پاسکوں گا۔ تاہم اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال نہ ہو“

(جاری ہے)

سنت نبوی ﷺ

(حکیم محمد سعید)

آؤ سنت نبوی ﷺ سے محبت کریں۔ یہ صدا جس میدان میں نکالی جا رہی ہے وہ مسلمان کی زندگی کا یہ میدان ہے جس میں محبت کی کوئی کمی نہیں رہتی۔ چراغِ شب نور سے لے کر صبح کے طلعت کدہ جب تک چودھند یوں کے طویل عمر جس میں ایک گھڑی بھی کسی نہیں گزری جس میں اندم کے سچ علم و دہا ب کے دلوں میں خم المصلین صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و شینگی کے جذبہ میں کی پناہ تھی سو۔ یہ نہ تفس سے نہ رمان و مکان کے تفسیر سے نہ دولت اور حوت فکر و شعور کی ہر سے رسول سے عشق و محبت کے مظاہر میں کوئی فرق پیدا ہوا ہے، انیس یہ تنہیم کرنا پڑا سکا کہ عشق نبیؐ کی حرارت ایہالی کو اس وقت تک سرزد نہ تے کہس دیکھا گیا جب تک کسی مسلمان فرد یا قوم نے اسلام کی کوسر سے سے بھلا نہ دیا سو قرب اول میں تو مسلمانوں کے اس عشق کی شہابی جہاد گاہ تھی تاریخ آج بھی انگشت بندہ ال ہے کہ ہر عام عرب ملک کا ایک یہ رہا رہا ہے اتنی ایدہ چہ کچھ ہوا اتنی دارنگی اتنی ہمہ گیر ملی غاصن و پاسرگی درشتے تو امر و تنہیل سے ہو کہ عام اسباب و علل کے مطلق حازے کی گرفت سے باہر ہے۔ یہ دور تصور انقلاب اور کھیں نظر نہیں آتا کہ ایک شخص بہت پرانی مادی سولی دیا کتہ حیدر رسالت کی تقویت کی طرف جاتا ہے اور پھر اس دھوت کے دوران لکوں کیا رہا رہا اور رتاے سہوہ نہیں حیرانہات سے دہشہنی حیثیت سے اللہ کا رسول ﷺ ہے۔ وہ اس حد شے کی جڑ کاٹ رہے پراپنا سارا زور لگا دیتا ہے کہ اس کے عیروکار سے فوق بشریت نہ سمجھ بیٹھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ان کے دل و دماغ میں یہ بات بھی تار و پے میں کامیاب ہے کہ بحیثیت رسول ﷺ اس کا ہر قول و فعل واجب اطاعت ہے۔ اس کی گمراہی کا ایک بہت بڑا سبب ہمیشہ یہ رہا ہے کہ اس کا کامب پرست اور ہوا پرست دین پرست اور رسول اور رسول کو بہتر تنہیم کرے میں ٹھو کریں کھانا ہے۔

وہ بھی بڑے نوالہ میں ہمارے کے درجے تک لے جاتا ہے اور بھی اللہ کو شکر کے مقام تک لے آتا ہے۔
لیکن یہ سیدھی ہی حقیقت اسے نظر نہیں آتی کہ ان میں بھی ہر ایک کے لیے سوچنا و پیت ایک
ایسا باب ہی بن سکتا ہے جو حق لہی کا ترسیل پاتہ بھی ہو اور پیامبر بھی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ
عزوجل کی آخری کتاب ہدایت قرآن حکیم کے کثرت کے ساتھ پتا یہ فرماتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ
وہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ حقہ المرسلین ہیں۔ ان کی رعایت ہمہ گیر اور ہو گی ہے۔ ان کی عزت
افزائی جس امرات سے ان کا اتباع خود ذات پادری ہے کیوں نہ وہ احکام الہی کے تحت جس
شرع میں ارشاد کیا گیا ہے۔

(حقیقت میں ایسا ہی ہے اللہ سے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود
انہیں میں سے ایک ایسا پیغمبر مبعوث فرمایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے ان کی زندگیوں کو
سنو رہا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔)
ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے۔

اے پیغمبر ﷺ، لوگوں سے کہو، ”اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو
میرے پیروی اختیار کرنا اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری جھڑپ سے رگڑ فرمائے گا۔ وہ بڑے
معاف کرنے والا و رحیم ہے۔“ ان سے کہو کہ ”اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔“ پھر اگر وہ تمہاری
یہ دعوت قبول نہ کریں تو یقیناً یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس
کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتے ہوں۔)
قرآن حکیم میں اللہ سے یہ بھی فرمایا ہے۔

(اور اب یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تبلیغ و ترویج
کرتے جاؤ جو ان کے لیے نازل ہوئی ہے اور تاکہ لوگ (خود بھی) غور و فکر کریں)
ایک جگہ ارشاد الہی تعالیٰ یہ ہے۔

(درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول کی حیثیت مبارک ایک بہترین نمونہ ہے اس

شخص کہے جو اللہ اور یوم آخرت کا امیدوار ہو اور رشتہ سے اللہ کو یاد کرے یا ربی تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے

(۱) وہ انھیں نیکی کا حکم دینا ہے جو کسی سر نہاتا ہے ان کے لیے پاکیزہ عبادت اور پاکیزہ چیزیں حرام کرنا ہر ادب پر سے روک دے بھلا کرنا ہے جو بے پردے ہوئے تھے اور وہ نیک کھولتا ہے جن میں وہ چکڑے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بھی ہدایت فرمائی
(”جو کچھ رسول بھیجے گا وہ لے لے گا جس چیز سے آدم نور کا وہ بے سے رک جائے اللہ سے اور اللہ رحمت ہے دینے والا ہے۔“)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ بھی واضح کیا گیا
(اے نبی ﷺ) ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی ہے تاہم جو راہ راست اللہ نے تمہیں دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔“
(ایمان لائے وہاں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسول کی طرف پائے جائیں تاکہ رسول ان کے تقدس کا فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔“ اس کے ساتھ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ پیغام برآئی گی۔
(اے نبی ﷺ) ان سے کہہ ”پاک سے میرا پروردگار کیا میں ایک پیغام لاتے والے انسان کے سوا اور کچھ کہوں؟“)

قرآن مجید اس تعلیمات پر اگر آپ صاف رہن کے ساتھ غور فرمائیں تو اس میں تمام شیعہ کوئی گنج شایقی نہیں رہتی بلکہ حیدر الہی اور مسرت محمدی ﷺ میں چوٹی راسخ کا ساتھ ہے۔ وائزہ اسلام میں داخلین مسلمہ کلید کلمہ علیہ السلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ کتاب الہی میں جگہ جگہ کی بنا پر تشریح پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان ان کے فہم اور اکابران کی تعمیل و معیت کا کوئی تصور نہ کرے۔ ممکن ہی نہیں ہے کہ جو قرآن و وحی کے مطابق صاحبِ حق جن پر یہ مکمل ہو چکا اور نبوت و رسالت ختم کر دی گئی کی طرف پورے خشوع و خضوع

اور اب اس قسم کے ساتھ رجوع کیا جائے۔ یہ طریق کار ای طرح، نرم اور گہرا ہے جس طرح ہدایت ربانی کا حصول انسان کے لیے درمی ہے اگر کوئی پاک سیت کمال و عین او کھلے دل کے ساتھ اس ہدایت کی تلاش میں نظر ہو تو رکاوٹیں جیسے دی بصیرت پر تاریکی کا خوف نہ چڑھ جائے گا تو اسے اصل حقیقت کو پہلے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوگی، لیکن اس طرح جتنی بھی اور کج روی کاٹو، اپنے ہاتھوں سے مقدس بنانا جائے تو اندھی آنکھوں کو سورج کی روشنی نصف النہر پر بھی تاریک نظر آتی ہے

صدیوں پہلے خواجہ نے اپنے مخصوص عقائد و عزائم کی جھکیں کی غرض سے حدیث، سنت سے انکار کیا تھا۔ اسی طرح یہ رجحان میں کچھ فکری فقہ کا لٹلے لوگ اسلام کو اپنی پسند کا ایڈیشن پیش کرنے کے لیے حدیث کو مجموعی طور پر مشنبرہ سنت کو ترک کر دیا کرتے ہیں۔ اس کام کو انہی مہوینے کے لیے ہاتھوں نے قرآن مجید کی آیات کو جس طرح خوبتر و زور کر پیش کیا ہے اس پر گہری ممانعت و معرکہ آوارت معاوضہ میں آجاتی ہے جس سے ہر تعلیم یافتہ شخص واقف ہے۔ تاہم ان کی ساری ممانعتیں آرائیاں اس حقیقت کی پردہ پوشی نہیں کر سکتیں کہ اسلام کی اساس جس طرح از جس قدر حیدر پر ایمان اور عمل پر ہے، ٹھیک اسی قدر راہی طرح سنت نبوی پر ایمان اور عمل پر بھی ہے۔ سنت رسول ﷺ سے محبت کا انہی عنوان سے جس کے بارے میں اقبال اپنے پے مثال میرا نے میں کہتے ہیں

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولین ہے عشق

عشق نہ ہو تو شرح و دیں بت کدہ قصورات

تمہاری یہ تڑپ ہماری درد نے حیات سے اللہ تعالیٰ میں ایمان و شہور کی روشنی اور علم و عمل کے ہر میدان میں سنت نبوی کی محبت سے ہمیشہ فرما ہے۔

شجاعت

(طالب الہاشمی)

شجاعت نام ہے دلادری، بہادری اور دیری کا لیکن اسے اخلاقِ حسد کی شرخ اور اس نیت کا جو ہر اسی وقت کہا جاسکتا ہے جب یہ عقل اور صحیح رائے کے تابع ہو حق کی حمایت میں ہو اور باطل کے خلاف ہو، ظلم خیر اور بدی پستی نہ ہو بلکہ ان کے خلاف ہو۔ اپنے آپ کو جان بوجھ کر اپنے ہاتھوں پر رکھتے ہیں ڈائے یعنی صحیح رائے و عقل کے خلاف اپنی جان پر کھیلنے پالے جا سکتے ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے ”(جئے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک میں نہ؛ الو انظر ما رمتع یا ہے ہاں کی اعلیٰ منصہ کے ہے مہمب و اکرام کا مقابلہ نہ کرنا اور جان تک نہ ہارنا یا لاشہ شجاعت ہے، یہی شجاعت جس کی ضد جُلبن یعنی ہروں ہے۔

ایک اعلیٰ کردار انسان جن اوصافِ حمیدہ کا حامل ہوتا ہے ان میں شجاعت کا وصف ہے۔ شامل ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جن الناس تھے اس ہے اللہ جانے۔ آپ ﷺ کو شیخ الناس“ و تمام انسانوں سے بڑھ کر شیخ) بھی بتایا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ و جہ سے راہیت ہے کہ جب بڑائی کی آگ خوب بھڑک اٹھتی (یعنی اس میں شدت پیدا ہو جاتی اور ہتھیاریں سرخ ہو جاتیں، فریقین کی ہتھیاروں میں خون اترتا) تو ہم رسول اللہ ﷺ کے واسطے عافیت میں پناہ دیتے تھے اور اس وقت رسول اللہ ﷺ سے رو بہ کوئی شخص دشمن کے قریب نہیں ہوتا تھا۔

راہیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ کسی لشکر یا بڑی جماعت سے ہو جاتا (اور اس سے معرکہ) اپنی بی نوبت آ جاتی (تو رسول اللہ ﷺ اس لشکر یا جماعت سے نہ و آتا ہونے والے

مخبر بنیں سب سے آگے ہوتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اشجع، مستقیم المزاج، صاحب جود کرم اور انہی برصہ کسی کو نہیں دیکھا۔

اب انصوریؒ کی یہ شکل شہادت سے متعلق آپ ﷺ کی میرا طریقہ کے چہرہ واقعات کا مظہر ہے۔

بہشت کے بعد رسول اکرم ﷺ نے دعوت حق کا آغاز مدینہ اور حبشہ و انبساط کی اعلانیہ خدمت فرمانے لگے۔ مشرکین قریش آپ ﷺ کی ہدایت کے لیے کھڑے ہو گئے اور کوئی حربہ اپنا نہ تھا جو نبی سے آپ ﷺ کو تبلیغ حق سے روکنے کے لیے استعمال نہ کیا۔ ان عربوں میں ایک عرب یہ تھا کہ انہوں نے حضور ﷺ کے شیخ بیچا جناب ابوطالب کے پاس نئی رقم اس مطالبے کے ساتھ بھیج کر کہ حضور ﷺ کو تبلیغ حق سے روک دیں اور آپ ﷺ کی حمایت سے، کچھ بھیجیں۔ لیکن جناب ابو طالب نے عمدہ پیرائے میں جواب دے کر ان رقم و مال کو واپس لے لیا۔ ایک مرتبہ جب مشرکین نے ان پر حد سے زیادہ دباؤ ڈالا اور مارنے کی ہمت کی تو جناب ابوطالب نے حضور ﷺ کو مشرکین کے غلامیہ سے آگاہ کیا اور ساتھ ہی یہ حدیثہ ظاہر کیا کہ جتنے تمہارے طریقے عمل سے مجھ پر غلبہ نہ پڑے گا، میں انہیں غلامیہ نہ سکوں تو حضور ﷺ نے جواب دیا:

”چچا جان! خدا کی قسم اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر سورت اور بائیں ہاتھ پر چاند لائے رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں اللہ کا دین اللہ کی تملوق تک نہ پہنچاؤں تو میں ہرگز اس پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک رات نہ کاٹی دیں لو کہ میں بھیل جائے یا میں اس راہ میں اپنی جان دے دوں۔“

آپ ﷺ کا شیخا عائدہ جواب سن کر شفیق چچا نے کہا: ”اچھا داد! اپنا کام کرتے رہو، میں تمہاری حمایت سے دشمنان نہیں ہوں گا۔“

یہ حضور ﷺ کی یہی زندگی کا وہ ہیرو تھا جب مشرکین کہ آپ ﷺ کے چاہنے دشمن بن چکے تھے اور اپنے ہمارے مسائل دین حق کی اشاعت کے خلاف جھوٹے رہتے تھے۔ حضور

ﷺ کی شجاعت اور انتقامت دیکھیے کہ آپ ﷺ نے دشمنوں کے طوفان بھیڑ کی اور دھمکیوں کو ٹھکرا دیا۔ یہ بیچ جن سے شکست ہو اسی صورت میں کو ارازیہ

شرکیں قریش جب دیکھتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ بیچ جن میں برابر مشغول ہیں اور ان کا کوئی حربہ خصوصاً ﷺ کو اس کام سے محض نہیں رکھ سکا تو وہ انگڑیاں پر دست لوت چائے تھے اور آپ ﷺ کو ستا کے یہ ایسی ایسی دہلیز کھین کر لے تھے کہ انہیں نیت سرپیٹ کر رہ جاتی تھی لیکن حضور ﷺ کے مزاج و استقلال اور بے غول کی یہ کیفیت تھی کہ آپ کبھی پل بھر کے لیے بھی ہر سال نہوئے بغوت تہجد کا کام بھی تسلسل کے ساتھ جاری رکھا اور حرم شریف میں جا کر بیت اللہ کا حوائف کر رہے ہوئے تو کھاراس میں غل ڈالنے کے لیے قسم قسم کی گھڑیاں کرتے رہے لیکن آپ ﷺ ان کی کوئی پروا نہیں کرتے تھے۔ ایک دس تو بد بختوں نے حضور ﷺ پر ہاتھ اٹھانے (بلکہ آپ کو شہید کرنے) کا منصوبہ بھی بنایا اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع بھی مل گئی مگر آپ ﷺ بے دھڑک دم نہ ہٹے لے گئے۔ آپ ﷺ کے علاقہ بحب اور حدادہ بھی حوت کے سامنے دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے اور کسی کو آپ ﷺ پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

غزوہ بدر میں حضور ﷺ کے ساتھ صرف ۳۱۳ صحابہ تھے۔ ب کے پاس دھبیہ بھی داجی سے تھے۔ دوسری طرف شرکین قریش بالحد تقریباً ایک ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھا جو ہر قسم کے تھیں۔ ب سے بیس تھے لیکن حضور ﷺ نے بے شکری غلٹ خود دلو دیکھا اور ریشہ استعداد شہن کو خاطر میں لے لے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اس شان سے حوٹاک دشمن کا مقابلہ کیا کہ وہ دلت آمیز شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے ستر آدمی میدان جنگ میں ڈھیر ہو گئے اور ستر مسلمانوں کے ہاتھ ابھر ہو گئے۔

غزوہ حد میں جب کفار نے لشکر اسلام کے عقب سے حملہ کیا تو مسلمانوں میں بھڑکی پھیل گئی تو رسول اکرم ﷺ محدودے چند چار سالوں کے ساتھ میدان جنگ میں قدم جما کر کھڑے رہے۔ آپ پر تیرہ سالہ بڑا اور قردوں کا مینہ برس رہا تھا اور آپ زخمی بھی ہو گئے تھے۔

لیکن پائے ستقد میں طلق جہش نہ آئی بلکہ آپ ﷺ آگے بڑھ رہا اپنی منتشر فوج کو اس طرف پکار کر جمع فرما رہے تھے 'اللہ کے ہمد' اور حضرت خالد کے ہمد' اور آؤ میں میں اللہ کا رسول ہوں یہ خصوصیات ﷺ کی شجاعت اور حکمت عملی کی تھی کہ دشمن نے تیرا انداز میں دیکھا تو قاعدہ تھا لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا اور میدان جنگ سے فرار ہوئے میں ہی اپنی غایب تھی۔

حضرت اس بات کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (صورت و سیرت میں) سب لوگوں سے اچھے تھے سب لوگوں سے بڑھ کر بخیر و برکت و سکون سے زیادہ شجاعت تھے ایک رات ٹاؤ کر کے نہ پائے کے ٹک گھرا اچھے جیسے کوئی دشمن چڑھ گیا ہو یا کہ پڑ گیا ہو (یا ایک ہونا ک آواز تھی) تو کچھ لوگ اس آواز کی طرف دوڑے (تھوڑی دیر چلے ہوں گے) جناب ﷺ اچھے سے آتے ہوئے ملے کیونکہ آپ تنہا اس آواز کی طرف تشریف لے گئے تھے اور آپ ﷺ (تسلی کے لئے میں) اچھے سے تھے ورنہ مت گھبراؤ۔ اور آپ ﷺ اپنی طرف سے گھوڑے پر سوار تھے جس کی پشت پر رین نہ تھی اور آپ ﷺ کی رینوں میں مبارک میں تلوار لگی ہوئی تھی آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ میں نے اس گھوڑے کو تیرہویں میں ماہر پیدا۔ حضرت راءن کا زب غرما تے ہیں کہ جب انی حوزہ می جہن عت و تہواری تھی تو ہم میں ﷺ کی چاہ ہوئے تھے اور ہم سب سے زیادہ بہادر کی تھے حضور ہوتا تھا جو نبی ﷺ کے پہلو میں کھڑا ہوتا تھا۔ غزوہ حنین (خاندنری) میں کین گاہوں میں بیٹھے ہوئے مشرکین نے مسلمانوں پر اس شدت سے تیرہ مارے کہ اکثر مسلمانوں کے قدم اُٹھ گئے اور ہمت ختم ہو گئے لیکن رسول اکرم ﷺ مدد دے چکے تھے آپ کے ساتھ میدان جنگ میں پہاڑ کی طرح پناہ جگہ پر قائم رہے اس وقت آپ ﷺ کے بچے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے چکر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور آپ کے بچے زید علی ابوسعیان بن حارث آپ کی رات تھے مے ہونے تھے اس واقعہ پر حضور ﷺ یہ تر یہ شعر پڑھ رہے تھے

میں نہ ہوں اس میں قطعاً جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں حضور ﷺ اس وقت تک میدان جنگ میں کھڑے رہے جب تک دشمن کو مکمل شکست نہ ہو گئی۔

توبہ کے راستے کی رکاوٹ

(علامہ عالم فقیری)

ہے تمہارا یہ اسباب ہر روز جو بات ہیں جو انسان کو توبہ کی طرف آنے نہیں دیتے اور انسان راہِ توبہ میں اس طرح الجھا ہوا ہے کہ توبہ کا کبھی احساس ہی پیدا نہیں ہوتا وہ اسباب جو توبہ کے راستے میں رکاوٹ ہیں وہ شدید چیلنج ہیں۔

۱۔ شیطان

توبہ کے راستے میں شیطان سب سے بڑی رکاوٹ ہے جو یہ نہیں چاہتا کہ انسان اللہ کے حضور توبہ کر کے فلاح پا جائے کیونکہ شیطان انسان کا دشمن ہے۔ شیطان دراصل برائی کا سر ہے اور ایک عقلی طاقت ہے جو انہیں مادی مادی مخلوق کے ساتھ وابستہ ہے۔ جس طرح جسمانی طاقت یا میں ہر جگہ موجود ہے اسی طرح شیطانی قوت بھی وہاں ہر جگہ پائی جاتی ہے اور یہ قوت انسان کو گمراہ کرنے پر تکی ہوئی ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹا کر غیر اللہ کی طرف لانے میں مصروف ہے۔

شیطان انسان کی دشمنی ازل سے ہے انسان دشمنی شیطان کی عین صطرت ہے۔ چنانچہ ہمیشہ انسان اپنی شیطانییت کے جال میں پھنسا رہا ہے۔ یہ کہہ چاہتا ہے کہ مخلوق خدا قطعاً اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کی طرف نہج ہے اور وہ انسان کے لیے اس کو توبہ کرے، شیطان اس باتوں کے ساتھ بھی مخالفت پر سر سبز رہتا ہے جو اس کے ساتھ مخالفت نہیں کرتے بلکہ اس راستے پر چل رہے ہوتے ہیں جیسے کفار، کمرہ دار، فاسق لوگ، مکرر و لوگ جو اللہ کے خاص بندے

موتے ہیں اور اللہ کے راستے پر چلنے ہیں ان کے ساتھ شیطان کی دشمنی بہت شدید ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ کے مخصوص گروہ کے ساتھ اس کی مخالفت بھی خصوصی ہے۔

بچپن اور جوانی میں حقیقی شعور کا بیدار ہونا ضروری مشکل ہے، عمر کے اس دور میں انسان اطاعت اور عبادت کی طرف بہت کم رجوع کرتا ہے، شیطان نے انسان کے ارد گرد ایسے جال پھیلانے ہیں کہ وہ انسان کو گناہی میں گھیرے رکھتے ہیں۔ اللہ کی عبادت کے لیے یہ سب سے پہلی میزگی ہے۔ انسان اپنے سابقہ گناہوں پر توبہ کرے اور ان کو مسندہ نہ کرنے کا اللہ سے وعدہ کر کے عبادت کی طرف راغب ہو جائے۔ چنانچہ شیطان انسان کو اس پہلی میزگی کی طرف بھی آنے سے روکتا ہے اور کہتا ہے نہ تو نہ کر کے اللہ کے راستے پر چلا گئے تو غریب ہو جاؤ گے، دکھ، رنج، افسوس اور غم اٹھانے کا۔ چنانچہ یہ ایلیس انسان کی اس طرح آگاہیں بند کرتا ہے کہ اسے تو اپنی طرف آنے ہی نہیں دیتا حتیٰ کہ وہ رگلا رب العزت سے انسان کو بازاوے کا وقت آجاتا ہے اور نہ پھرے کا وقت گزر جاتا ہے تو انسان کی آنکھ کھلتی ہے وہ دیکھتا ہے کہ اس کے اعمال اللہ میں ۱۰۰ گناہ کے اور کچھ بھی نہیں مگر اب بچھتانے سے کیا ہو سکتا ہے۔ شیطان نے بے شک پیادہ رکھے ہیں جن میں جنات کا خاص مدد ہے کہ وہ انسان کے ارد گرد احاطہ کرتے ہوتے ہیں، جو جیسے وہ پہننے سے صراطِ مستقیم پر آنے سے روکتے ہیں۔

۲۔ خوفِ خدا کا فقدان:

اللہ کا خوف انسان کو گناہوں اور غرضوں سے بچاتا ہے۔ چونکہ جب انسان کو کسی دھمک اور آقا سے ڈر ہو خوف ہو کہ اگر مجھ سے کام نہ لیا ہو تو گناہوں میں نے کیا تو مجھے آقا سے ترے ملے گی یعنی انسان کے دل میں جب اللہ کا ڈر ہو کہ میں نے کام کرنے لگا ہوں اور اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور مجھے یہ

کام کر لے پر سزا ملے تو انسان یہ جان کر کے خوف کھا جاتا ہے کہ میں اپنے آپ کو کیوں پکارتا،
 کہ تو اس طرح خوف خدا کی بنا پر انسان گناہوں میں آلودہ ہونے سے بچ سکتا ہے۔

اللہ سے ڈرنے والوں کے ہمارے مثل، شاہد ہے کہ اس لوگوں کے لئے جو اپنے
 رب سے ڈرتے ہیں، ہدایت اور رحمت ہے اللہ اسے اس کے دلی بندے کرتے ہیں جو ہم رکھتے ہیں
 اللہ ان سے خوش ہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے، اس کے لئے جو اپنے رب سے اسنا ہے۔
 رسول اکرم ﷺ نے خوف خدا کے بارے میں بے شمار موقعوں پر فرمایا

”اے اللہ کے پیارے بندے! یہ خوف خدا علم حکمت کا ثمرانہ ہے۔“

”اے اللہ کے پیارے بندے! یہ خوف خدا یہ ہے کہ وہ شخص یک بندے میں جتنے کام نہ کرے گا جتنی اگر بندہ
 نبیائے اللہ سے ڈرتا رہے گا تو میں قیامت کے دن اسے محفوظ رکھوں گا اور اس کی دینی میں خوف
 نہ لکھا جائے گا تو قیامت کے دن اسے مثلے خوف رکھا جائے گا۔“

جو حق تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس سے ساری دنیا ڈرتی ہے اور سارا زمانہ خوف کھاتا ہے اور
 جو خدا سے نہیں ڈرتا، ہر شے سے خائف رہتا ہے اور پھر فرمایا تم میں سے خائف ترین اور عاقل
 ترین وہی ہے جو اللہ سے سب سے زیادہ خوف کھاتا ہے وہی سب سے زیادہ عاقل ہے۔
 اور پھر فرمایا کہ وہی مومن ہے کہ آنسو کا ایک قطرہ اس کی آنکھ سے نکلے، خواہ مکھی کے سر کے
 برآمدی کیوں نہ ہو اور ستارہ اس کے چہرے پر آگھلے، اس پر ستش و زحرم نہ ہو جائے۔
 اور فرمایا کہ جب خوف خدا سے بندے کے ہاتھ کھڑے ہو جاتے ہیں تو گناہ اس کے
 جسم سے اس طرح اٹک جاتے ہیں کہ جس طرح کہ پتے درختوں سے پھل جاتا کرتے ہیں۔
 اور فرمایا جو شخص خوف خدا سے ڈرتا ہے، وہ زح و زح کی آگ اس کے قدم ٹھیل جائے گی۔

نوپہرسے کے راتے میں ٹھس بھی ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے جو انسان کو فکری و فنی طرف نہیں آنے دیتا۔ انسان کی خواہشات و چاہاؤں سے اور دل و دماغ سے انسان کے دل میں طرح طرح کی مٹھاں اُڑنا جاتا رہتا ہے اور دلوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ نفس مادی کی جسم کو رہا وہ سے رہا وہ سہمت اور حق آزمائی پہنچنے کی کوشش کرتا ہے اور جب نفس کو دنیاوی سہولتیں ہمسرا حقیقی میں مادی و دمت کی ریل پیل ہوتی ہے، وہ دنیاوی سکون و غرب حاصل ہوتا ہے ظاہر آکھل خاص مصائب اور غلامی نہیں ہوتے تو نفس انسان میں خود دوسری ذرہ زریہ پیدا کرتا ہے تو پھر اللہ کی احسانت چھوڑ کر شرعی و فنی طرف آجاتا ہے، حق آزمائی کے لئے نفس انسان کو غیر شرعی امور اور بعضی شراب زنا کی طرف مائل کر دیتا ہے کھسے پینے کی طرف خوب ذوق ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو بدعروس کے مقابلے میں غلامی اور بد خیال کرنے لگتا ہے مگر کھس کو جب کوئی اور ایسی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ نہ لگ جاتا ہے۔ اللہ پر شکوہ مٹا

سے تقدیر پر نور اچھلا نکلتا ہے۔

نفس ایک ایسا پتھر ہے جو انسانی دل میں اپنا مقام رکھتا ہے۔ شکل مشہور ہے نہ گھر کا بھیدی رکاوٹ دھائے لہذا اس سے چپتا بہت مشکل ہو جاتا ہے دوسرے یہ ایک ایسا دشمن ہے کہ ہمارے محبوب سے تو جس سے محبت ہوتی ہے تو اس کے عیب نظر نہیں آتے مگر اس کے قصور ہمیں ہوتا نہ انسان کے ساتھ دوست اور دشمن اور ساری میں مصروف ہے اور انسان تو نفس گمراہ ہوتا ہے۔

تا جتنی حالات میں جب ہم بڑے شہینشاہوں کی رنک ریوں کو دیکھتے ہیں۔ نفس نے ان کو اس طرح تباہ کیا، جتنی رنکوں سے لے کر انسان پر دستِ اُخت اور مصیبت واقع ہوتی ہے وہ سب نفس کے باعث ہوتی ہے۔ بعض یہ نیا تو صرف نفس ہی چیز سے ہوتی ہیں اور بعض میں نفس برائیوں میں معاندت کرتا ہے۔

نفس کو طاعنے حق نے زمین طرح سے دھلا ہے نفس کو شہوت نفس پرستی سے روکا جائے اور اس شہوت کو کم کرنے کا علاج ہو کہ ہے۔ غرض نفس کشی کے لئے یہ وہ ہے زیادہ عبادت کی جائے وہ دھڑلہ لگتی ہے ہر وقت نگاہ کشا سے محفوظ کرنے کے لیے تو فقیہ طلب و جائے قرآن میں سے نکلے یہی وہ برائیوں کا حکم دیتا ہے۔ ہاں جس پیمانہ کا حجم سوائے محفوظ رہنے سے جب نفس کو دبا جائے تو نفس سوائے اپنی طرف رجوع کرتا ہے۔

شہوات کا عالم لوگ زیادہ تر ان رنک ریوں میں اس قدر ڈوبا رہے ہوتے ہیں کہ اس سے لبر و مصیبت کو چھوڑے کی صلاحیت ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سے اس قدر غافل ہو جاتا ہے کہ ان کا نو بہ کرنا محال ہو جاتا ہے۔ غفلت سب برائیوں کی جڑ ہے۔

۳۔ نفسانی خواہشات کی تکمیل:

گناہوں میں آلودگی کی ایک وجہ شہوت پرستی ہے اور انسان اس گناہ میں اس طرح غم

ہے کہ اس کی توجہ تو مدی طرف نہیں جاتی، انسان کی شہوت نے اس کو اس طرح مغلوب کر رکھا ہے کہ اس کو کس سے دین انسان میں بہت اور حیرات دس برس کم ہوئی جا رہی ہے۔ یہ دین اللہ میں اس طرح انسان پر سوار ہیں کہ انسان کے دس میں اللہ کا خوف ہی نہیں رہا اور یہی خواہشات اس کو دنیا کے حصول کی طرف تھاکو کر دیتی ہیں کہ انسان اللہ کے اور اس کے دین کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے۔

رسول پاک ﷺ نے فرمایا: حق تعالیٰ نے جب اول اول روح کو بنایا تو حضرت جبرائیل سے کہا: مدراہ کیہ لو۔ جبرائیل نے کہا: تک نہ بکھا تو کہ تیری حرمت کی قسم، کون شخص ہوگا جو سے دیکھنا تو دربار بلکہ اس کا نام سن کر وحشت زدہ ہو جائے گا۔ اس کی طرف آنے سے گریز نہ کرے، اس سے بچنے کے لئے ہر ممکن کوشش عمل میں لائے گا۔ حق تعالیٰ نے دوزخ کے گرو خواہش اور گروہ اس کو پیدا کیا اور جبرائیل سے دیکھنے کو کہا تب اس سے کہا: نہ شہید ہی ہونی شخص ایسا نکلے جو دوزخ میں جاے سے بچ رہے۔ پھر جنت کی تخلیق کے بعد ہی حکم، ہر توجہ جس کا جواب یہ تھا: کہ اب یہ شخص ہے جو اس کی صفت کی طرف دھڑنے لگے تب حق تعالیٰ نے نکرہات، تکلیف، دشواریوں، گھٹنوں کو جو بہشت کی راہ میں حائل ہیں، بہشت کے گرو پیش میں پیرا کر کے حضرت جبرائیل سے وہی بات کہی تو ان کا جواب یہ تھا: تیری حرمت کی قسم، کون شخص اس میں نہ جائے گا، نہ تکلیف یہ نکالے گا جو اس راہ میں حائل ہیں، دشواری نہیں بلکہ جہنم خوشنک ہیں۔

سب سے بیش قیمت سرمایہ صالح افراد ہیں

(مولانا محمد امجد قاسمی)

تاریخ کے ہر دور میں ہر قوم و ملت کو ایسے صالح رہنیک طینت، پرہیزگار اور انفاشعرا افراد کی ضرورت رہی ہے جو ان کی قیادت کر سکیں، اس کو متحدہ جہاز سے نکل سکیں، اس کے مسائل و مشکلات کا پیچیدگی سے جائزہ لیں اور عملی اندامات کریں، ایسے افراد کے چاروں دے است میں جو بنیادیں، خود اعتمادی اور دیداری پیدا ہونی سے دہکسی اور چیز سے نہیں پیدا ہوا، پانی سب بیش قیمت چیز ہیں جس کا ہر افراد کو تے میں، حال و دامت کے اجازت کے سامنے بے اہمیت ہوتے ہیں۔

ایسے شخص افراد کی جب تک قد، دانی، حوصلہ، فزونی اور عدہ ہوتی ہے قوم ترقی و ترقی کی شاہد ہوں پر چلتی جاتی ہے اور جب اس کی ماند رہی، حوصلہ شکنی اور مخالفت ہوتی ہے، اس کی جگہ بالکل خوشامد پسند خود غرضی اور آجاتے ہیں تو قوم زوال، انحطاط کے کندہ میں پھنسی جاتی ہے۔ شخص افراد قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں وراثت کے دم سے قومیں آباد رہتی ہیں، امام بخاری نے تاریخ صغیر میں ایک واقعہ نقل کیا ہے جس میں اہل نظر کے نئے قادی سامان چوت سے حضرت عمر فاروقؓ نے ایک بار اپنے اصحاب سے کہا کہ جو تم لوگ اپنی قسما میں اور زمین میں بکواس رہو، اس پر ایک شخص نے کہا کہ میری آزمائش سے نہ یہ گھروال و دولت سے بھر ہوتا اور میں اسے راہد میں خرچ کرتا۔ دوسرے شخص نے کہا کہ میری آزمائش یہ ہے کہ اس مکان کے برابر مونا ہوتا اور میں اسے اللہ کے راستے میں صرف کرتا تیسرے نے کہا کہ میری طلب یہ ہے اس گھر کے برابر جواہر ت ہوتے، اور میں انہیں گھراہ میں تقسیم کر دیتا۔ آخر میں سب ان قسما میں من پینے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ”میرا قسما یہ ہے نہ یہ مکان اور میری دولت تیرا، معاویہ بن سہل اور محمد بن یزید بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے افراد سے بھر ہوتا اور میں انہیں

اللہ کی اطاعت میں استعجال کرتا ہے۔ (التاریخ الصغیر ۲۳۳)

حضرت عمرؓ نے ختم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نام لے کر یہ واضح کر دیا۔ یہ نام کا نشان سب سے قیمتی دولت ہے، اور یہ ایسا گوہر ہے جو ناپید نہیں ہو سکتا۔ یہ نام اس کی قدر بھی خال خال ہی لوگ کر پاتے ہیں۔

قد رگوہر شاد داغیدہ اند جوہری

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں خود بیان رسالت سے یہ الفاظ جاری ہوئے۔ ہر امت میں کوئی ایسا نہیں ہوتا ہے کہ اس امت کے امین ابو عبیدہ اس جہت میں، تاریخ اس میں ال کی امانت، صدارت، جاہ بازی، مہر کی قربانیوں اور یاروں و اسباب سے جنگجو رہیں۔ بے کافر باپ کو مار رہیں۔ یہ بات مردیہ نہ ہوگی تو حیدر کی تعلق و قرابت پر غالب ہے، انہوں نے اپنے باپ کی صورت میں شرک کو قتل کیا تھا، چنانچہ قرآن کریم کی سورہ بقرہ کی آخری آیت میں اس کا ذکر آیا اور اللہ نے یہ مکتبہ روایا اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں، اللہ کے گروہ میں ہیں جس کا سند و مدارج نامہ لکھی ہے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ خدا مری، اتباع سنت و اصلاح رہبر و علم و فضل بہت معروف ہیں۔

حضرت معاویہ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقول رسول اکرم ﷺ امت محمدیہ میں حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے صحابہ ہیں، انہیں یمن کا والی بنایا گیا، ان کے رچہ و استغناء کے متعلق واقعات محفوظ ہیں۔

حضرت حدیثہ بن ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مٹنے قابل اعتراف صحابی تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس کو اپنے راز و مقام پر رتے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ حدیثہ بن ایمن سے جو چیزیں اس کی تصدیق کرنا یقین دہانی پورنی فہرست ان کے پاس ہا کرتی تھیں، اتباع سنت ان کا ایک خاص وصف تھا، یہ واقعہ مشہور ہے کہ انہیں ایران میں کسریٰ کی طرف سے مذاکرات کے لئے دعوت کی گئی، کہا لایا گیا۔ آپ نے کہا شروع کیا دو مہینوں میں ایک لقمہ آپ کے ہاتھ سے پہنچ کر گیا، اس وقت

آپ کو حدیث یا دلی جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ گزنوالہ بیچ کر جانے تو اسے انھوں نے صاف کر کے کھا لو، کچ نہ کرو، کیونکہ وہ اللہ کا رزق ہے، اور یہ معلوم کہ اللہ نے رزق کے کس حصے میں برکت رکھی ہے چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بیچ کر انھوں نے کھا لیا، یہاں اترقم نیچے نعل میں موجود شخص سے یہی حال آپ کو اشارہ کیا کہ یہ شاہ سرنی کا روبرو ہے، یہاں اترقم نیچے گر انھوں نے کھا لیا، اسے وقت سمجھ جائے گا، اب یہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جو بویا نہ کیا میں ان احتساب کی وجہ سے آپے محبوب پیغمبر کی سات چھوڑ دوں یہ حقیر و بیل سمجھیں یا عزت شریف، میں منت پر عمل سے تمہارا نہیں ہو سکتا، چنانچہ پھر یہی ابرار منت ن برکت سے اسباب سے اپنے رزق پر کیا۔

اب میں صحابہ کرام کی زندگیوں میں نمونہ لیں، ان کے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میری زندگی 70 سال کی ہے، یہ 30 سال انفرادی کثرت ہو، واقعہ یہی ہے کہ ہمارے معاشرے کا بکڑا ہی وقت و رہو گا، ہمارا روالہ اسی وقت ختم ہوگا جب ایسے جیالے اور تقویٰ شعرا و افراد قائدانہ مقام پر نہیں آئے، صرف برکت لیے اہل کو تیار کر کے میدانِ عمل میں لانے اور ان کی رہنمائی میں عملی اقدامات انجام دینے کی ہے، خاموشی اور غفلت وہ قدم ہے جو معاف نہیں ہو سکتا۔

تعمیر اساس

(استاذ دار الفوائد موبقہ ایس لقیماً) (مترتب جامعہ کمال الدین)

عمارت بہت اونچی لے جا چاہیے ہو تو بنی بہت پختہ کرلو

"اعمال" اور "فہرست" و "درجات" ایک عمارت ہیں تو "ایمان" اس کی اساس۔

یہاں مذکور ہو تو عمارت حقیقی مرضی اونچی اٹھا لو، بیروں میں جاں پہنچو جو جہنا مرضی لا۔

بالاں عمارت کا کون حصہ منہدم بھی ہو جائے تو اس کی تلافی اور اس کی بحالی کچھ اتنی

ہو نہیں۔ بہت بنی و کاٹنی ضرور حصہ آجھڑے تو پوری عمارت ہی مٹتی رہتی ہے۔

جس شخص اور حقیقت عارف ہے، اس کی کُل توجہ بنی و مضبوط رہنے پر رہتی ہے، اس

کی ہمت اور محنت کا بڑا حصہ "عمارت" کے ان ذریعہ حصہ پر صرف ہوتا ہے۔ تب چاروں

ادب کے حصہ کا ذخیرہ لکھا ہوتا ہے، مہارت شاندار شکل سامنے آئے لگتی ہے۔

البتہ ایک جاہل شخص دیواریں اونچی کرے کی فکر میں رہتا ہے۔ بنی ووں پر عرصہ

دینا اس کو بڑا ہی عجیب لگتا ہے اس کی عمارت آئے دن کہیں نہ کہیں سے گری اڑتی ہے، مگر بھی

یہ اس کو اپنے ٹھکانے ہی کیلئے پریشان رہتا ہے۔

عمارت بنی و میں دایم پوری رکھ کے ساتھ اٹھنا چھوڑنا چھوڑنا تو قرآنی ہدایت ہے نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک خارجی کا نہ

"بھلا جس شخص نے اپنی عمارت بنی و ماند کے تقویٰ اور اس کی صفائی پر توجہ

بہتر سے کیا وہ جس سے اپنی عمارت بنی و گر جائے وہاں کھائی کے کنارے پر بھی نہ اس کو

وزخ کی آگ میں لے گئی" (سورۃ التوبہ: ۱۰۱)

"بنی و" اور "عمارت" کا ایک حلقہ سے وہی تعلق ہے جو قوت اور "بنی و" کا۔

ربا دہ قوت ہو تو وہ ایک بدن کو پھر فی کے ساتھ ٹھہائے پھر فی ہے۔ صرف یہی نہیں۔ و بدت سے مراد ملتیں بھی واقعہ کر رہتی ہے ساتھ ہی ہو تو یہی جسم بڑا مذہب ہے پھر ہر وقت جب آتی ہے یہی جسم کاپیے کے بہترین "جاگہ پاتی" ہے۔

جس لام ہے نہ تم چلی ساری عمر "یاس" کی بنیاد پر ہی اٹھاؤ۔ عمر بے نوا سہاات میں کوئی فریبی نگل بھی آئے یہاں کوں چیز میں سے یہ بھی ہوئے لگتا یہاں حصہ میں اس کا نہ رک کر بیٹا "بنیاد" کی مرمت رانے کی بہت نہیں آسب ہوگا بنیاد ائے کا کام، خصوصاً پر مشتمل ہے

پہلا: صحیح معرفت اور واقفیت پانا اللہ کی اللہ کے دین اور مشن اور اس کے اسرار و صہات کی۔

دوسرا: اخلاص اور یکسوئی پانا اللہ اور اس کے رسوم کیلئے تابعداری کے اندر اس کے ہادی ہر چیز سے مکمل دامن کش رہتے ہوئے

تیسرا: نوجوانوں کو محنت کے کام میں، جو اگر ہو جائیں تو سمجھ نہ سکیں، ہر چیز سے ہر کام میں پر حقیقی اور نیک چاہو اپنے عمل کی بنیاد اٹھاؤ۔

ابند: کے اندر بھی، اور پھر آگے چل کر بھی جیسے جیسے کام ہر ملے، سب سے رہا دہ قوت اسی پر دینا ہوگی۔ "نہاد" سے متعلق ہو رہی ہے اس کا "بنیاد" سے رشتہ کتنا مستقیم ہے اس میں قوت اور مصیبت کا یہ معیار رہا گیا ہے؟ اور اگر کوئی ایسے عوامل پائے جا رہے ہیں جو کہیں کمزوری سے پیچھے رہتی نہ رہیں یہ گے تو اس کے ازلے کی کیا صورت ہے؟ بے شک نہیں پر یہ چھوٹا رہا ہے، مگر اس بات کا وہ اور کبھی مت ہوا کہ ایک ایسی عمرت کے مالک کہلاؤ جس کا کوئی بھروسہ نہیں۔"

بعید سے وہ پسے ہی جیسے قوت اور بدن کا معاملہ ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ آدمی کی "صحت کیسی ہے" نہ کہ چٹا کتنا ہے اچھی، پھر قوت اور حصول متناہد جسم کا اصل مطلب ہے نہ نہ ہوں

کا بھاری بھر کم ہونا! خون سے بڑھ کر جسم کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے، مگر وہ بھی صاف ستھرا اور صالح مواد پہ مشتمل ہوتا ہے۔ خون پورے جسم میں زندگی بیکار دھرتا ہے تو خون ہی سب سے بڑھ کر مرتضیٰ برادر خاصیت بھی رکھتا ہے۔

کوئی جسم اگر دن بدن بے جان ہوتا جا رہا ہے، مگر ”وزن“ تیزی سے بڑھنے لگ گیا ہے، فاسدا قے نہایت تیزی کے ساتھ سراپت کرنے لگے ہیں اور ان کے اخراج کی کوئی صورت اختیار نہیں کی جا رہی، تو وہ جو نکال دینا چاہیے، پھیلاؤ، آمیزا، فراہم کر نہیں، بلکہ خون کا اور تشویشناک ہے۔ کسی وقت جسم کھنڈا چاہیے تو کسی وقت فصدا اور اشتقاق تو کسی وقت لاق اور بھوک تو کسی وقت رہا نہت! اصل مطلب جسم کا کارآمد ہونا ہے نہ کہ سیر اور فرہ پہ ہونا! دھیمہ چلو مگر کہیں پہنچے کسی! میانہ روی ہی دور دراز کی مسافتوں کو طے کر لینے کی کامیاب ترین حکمت عملی ہے!

جیسے جیسے ”عمارت“ بنی جائے، ویسے ویسے مکابر ام اخلاق اور مخلوق کے ساتھ حسن معاملہ کا خوش نظر رنگ بھی اس پر کرتے جاؤ۔ پرہیز گاری کی ایک فصیل بھی ساتھ ہی اس کے ارد گرد کھڑی کرنا ہوگی، دشمن بہت ہیں اور روزِ زلف لگانے آئیں گے، ہمارے نظر انداز نہ پڑے، اس کا بھی انتظام کرنا ہوگا، دروازوں کھڑکیوں پر کئی طرح کے ”پروئے“ درکار ہوں گے۔ سب سے اہم ”مرکزی پچا لک“ ہے، اس پر یہ اس ”خاسوشی“ کا نالہ لگا رکھنا ہوگا، جو ضرورت کے وقت ہی کھلے، اور اس چیز سے جس کے انجام کے معاملے میں مطمئن نہیں، اس کا گزر یہاں سے بند رکھنا ہوگا۔ اس قفل کیلئے ایک کنجی بنوا کر پاس رکھنا ہوگی، جو ذکر اللہ سے کھلے اور ذکر اللہ سے بند ہو۔ اب تمہارا پورا ایک قلعہ تیار ہے۔ قلعہ بغیر پہرے اور سپاہ کے ٹکس ہوتا۔ فصیل بھی ہے تو وہ اس لئے کہ دشمن بغیر کسی رکاوٹ کے اندر رکھنا چلا نہ آئے۔ البتہ یہاں کماندار کھڑے نہ رکھے جائیں تو دشمن کی راہ میں اس کی فصیل بڑی دہر رکاوٹ بنی نہیں رہ سکتی! دشمن کو ہر حال میں فصیل سے پرے رکھنا ہر اہم کام سے بڑھ کر اہم ہے۔

خدا خیر ارستہ کسی کوتاہی کے باعث دشمن کو اندر آنے کا موقعہ دے دیا گیا تو اس کو ذلیل
 باہر کرنا پھر بے حد مشکل ہوگا۔ اس صورت میں پاؤں کوشش کرے گا کہ تم پر قابو پا کر رہے اور یہاں
 اسی کی مطلق العنانی چلے۔ پا پھر، اگر وہ اتنی قوت نہیں پاتا تو اختیارات میں یہاں تمہارا حصہ وار
 بن کر رہے۔ پا پھر وہ تمہیں ہر وقت کی جھڑپوں میں یوں الجھا کر رکھے کہ تم اپنے بہت سے
 مصالح کیلئے وقت گنجائش اور یکسوئی نہ پاسکو۔

پس ہر دم خیر دار رہو، کسی ایک وقت کی کوتاہی نہ ہاجت و ورز اس اثرات کے حامل واقعات
 کے ایک پورے سلسلے کو ختم دے سکتی ہے! یہاں تک کہ ایک ہی بنائی عمارت ملیا میٹ بھی ہو سکتی
 ہے۔ ۳۳

دعائے مغفرت

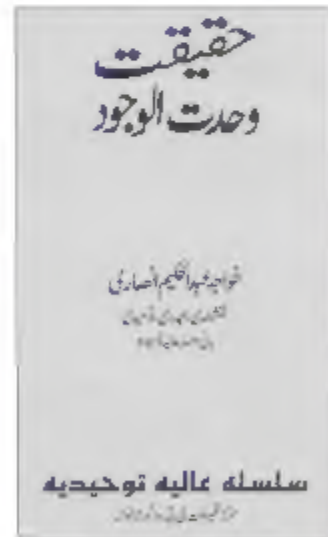
نگہبر سے خادم ملکہ حمید احمد صاحب کی خوشدامن
 بقضائے الہی وفات پا گئی ہیں (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)
 مرحومہ کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے وعافہمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک و تصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں امراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفّہ اور بیدار کے اثرات اور تصوف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:- حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔



مکتبہ توحید یہ کی مطبوعات

قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں نزولِ دُعا و خطا کی وجہات۔ اسلامی اخلاق کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا حاصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے امر اور موز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحید کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالعظیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، لاکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔



Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com